

تصانیف

نمان ————— مطبوعہ

الأشجار (فارسی) ————— مطبوعہ

من لکوانے کا حکم ————— مطبوعہ
(نگاہ سے)

میں چند معرکہ الآراء مسائل مطبوعہ

زیر ترتیب

س کے آئینے میں ————— زیر ترتیب

ت شریعت اور سائنس کی نگاہ میں

مطبوعہ

زیر ترتیب

ستان

داڑھی

کے دینی اور دنیاوی فوائد

- داڑھی اور اصولِ فطرت • داڑھی اور اصولِ صحت
- داڑھی اور اصولِ حسن • داڑھی اور اصولِ شریعت
- مسئلہ خطاب میں مسکاح احتمال • ایڈز کے اسباب

مترجم: مولانا محمد حنیف ایم اے مولانا محمد سعید

Ketabton.com

پبلشر: دارالعلوم دیوبند، پاکستان

دَارِہی

کے دینی اور دنیوی فوائد

- دَارِہی اور اصولِ فطرت • دَارِہی اور اصولِ صحت
- دَارِہی اور اصولِ حُسن • دَارِہی اور اصولِ شریعت
- مسئلہ خضاب میں مسکِ اعتدال • ایڈز کے اسباب

ترتیب ۱۔ مولوی تاج محمد حقانی ایم اے گولڈ میڈلسٹ

مصنف۔ مولانا نور محمد خطیب مرکزی جامع مسجد دانا

دہترم دارالعلوم وزیرستان دانا۔ پاکستان

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	نام مضمون	نمبر شمار
۱۳	پیش لفظ	
۱۲	ایک اللہ والے اصرار	۱
۱۸	فطرت کا حسن عالمگیر	۲
۱۹	کائنات کے اشیاء اور مناظر کا اختلاف	۳
۲۰	فطرت کا قانون زوجیت	۴
۲۱	گاڑیوں کے ہارن میں "نر" اور "مادہ"	۵
۲۲	"نر" اور "مادہ" کا اختلاف اور امتیاز	۶
۲۳	مرد اور عورت کی امتیازی خصوصیات	۷
۲۵	فطرت کے اصول حسن اور داڑھی۔	۸
۲۶	عورت کا حسن	۹
۲۷	مرد کا حسن۔	۱۰
۲۸	امریکہ میں ایک سروے۔	۱۱
۳۱	فطرت کے اصولِ صحت اور داڑھی۔	۱۲

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب
مصنف
ناشر
کتابت
پرنٹ
قیمت
تعداد
سن کتابت
تصحیح کتابت

ڈاڑھی کے دینی و دنیاوی فوائد
مولانا نور محمد غلام خطیب وزیرستان
دارالعلوم مرکزی جامع مسجد وانا جنوبی وزیرستان
محمد یوسف کامونیک گوجرانوالہ
نفیس پرنٹرز لاہور
تیس روپے (۳۰/-)
۱۰۰۰
۱۹۹۲ء
عبدالرزاق ڈیروی
ملنے کا پتہ
وانا جنوبی وزیرستان برائے ڈیرہ اسماعیل خان پاکستان
مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ شاہ اسماعیل شہید گوجرانوالہ
شاہ نفیس اکادمی ختم نبوت بلڈنگ سیالکوٹی گیٹ
گوجرانوالہ فون ، ۲۲۳۷۳

صفحہ نمبر	نام مضمون	نمبر شمار
۳۲	انسانی جسم میں فطرت کا خود کار نظام	۱۳
۳۳	داڑھی صحت کی محافظ ہے	۱۴
۳۴	مسنون داڑھی اور مچھیس، جراثیم کے لیے مانع ہیں۔	۱۵
۳۶	چہرے، مہنہ اور ناک کو بار بار دھونے کی ظاہری حکمت	۱۶
۳۷	داڑھی منڈانے کی سائنسی مفزات۔	۱۷
۳۸	چہرے پر بار بار استرا پھرانا، چہرے کی فطرتی رونق	۱۸
	ضائع کرانا ہے۔	
۳۹	چہرے پر استرا چلانا، گویا کہ مہلک جراثیم کے لیے جسم کام	۱۹
	بند دروازہ کھولنا ہے	
۴۰	حجام سے داڑھی منڈانا، ایڈز جیسے لاعلاج مرض	۲۰
۴۰	کو دعوت دینا ہے۔	
۴۱	ایڈز کیا بیماری ہے؟ اور کس طرح پھیلتا ہے؟	۲۱
۴۲	ایڈز، بیماری کسی صحت مند انسان کو کون ذرا کب سے لگتی ہے؟	۲۲

صفحہ نمبر	نام مضامین	نمبر شمار
۴۵	وہ ذرا کب جن سے ایڈز نہیں پھیلتا ہے۔	۲۳
۴۶	ایڈز، کا علاج نہ تو فی الحال میسر ہے اور نہ آئندہ	۲۴
	متوقع ہے۔	
۴۹	مسنون داڑھی مردانہ قوت کے لیے محافظ ہے	۲۵
۵۱	ٹسٹوسٹیرون، رطوبت اور اس کی کارکردگی۔	۲۶
۵۳	داڑھی کے بارے میں ڈاکٹروں اور ماہر سائنس دانوں	۲۷
	کی رائے۔	
۵۸	فطرت کے اصول بقائے قومیت اور داڑھی۔	۲۸
۶۰	اقوام عالم کا امتیازی نشان اور یونیفارم	۲۹
۶۲	ایک ملک کے اندر مختلف اداروں کی پہچان کی اہمیت	۳۰
	اور امتیاز۔	
۶۳	فلسفہ جدوجہد للببقار (سٹرگل فار لائف)	۳۱
۶۵	ہندوستان بھی مسلمانوں اور سکھوں کو مہتمم نہ کر سکا	۳۲

صفحہ نمبر	نام مضامین	پر شمار
۶۶	لندن کے تعلیمی اداروں میں گپٹری پر پابندی اور سکھ طالب علموں کا کردار۔	۳۳
۷۱	فطرت کے اصولِ شریعت اور داڑھی۔	۳۴
۷۵	داڑھی کے بارے میں حضور علیہ السلام کا فرمان	۳۵
۷۸	احادیث میں داڑھی کے متعلق "أمر" کے صیغوں کی وضاحت۔	۳۶
۸۱	لغت کے اعتبار سے داڑھی بڑھانے کا معنی۔	۳۷
۸۲	شریعت کے اصطلاح میں داڑھی بڑھانے کا مطلب	۳۸
۸۳	داڑھی کے متعلق، احادیث کے لغوی اور شرعی معنوں میں تطبیق	۳۹
۸۴	شریعت میں "أمر" کا اولین حکم وجوب ہے۔	۴۰
۸۵	"أمر" کا حکم جمہور ائمہ رحمہم اللہ کے نزدیک وجوب ہے۔	۴۱
۸۵	"أمر شرعی" کی مخالفت حرام ہے۔	۴۱

صفحہ نمبر	نام مضامین	پر شمار
۸۷	مسطی بھر داڑھی رکھنا عملاً فرض میں ہے۔	۴۱
۹۱	داڑھی منڈانے اور کتروانے کا حکم چاروں مذاہب میں	۴۲
۹۶	داڑھی منڈانا امام شافعی کے مذہب میں	۴۳
۹۷	داڑھی منڈانے کا حکم امام مالک کے مذہب میں	۴۴
۹۷	داڑھی منڈانے کا حکم امام احمد بن حنبل کے مذہب میں	۴۵
۹۸	داڑھی منڈانے اور کتروانے کے لیے دو سنزائیں۔	۴۶
۱۰۰	حضور علیہ السلام کی قبضہ بھر (یک مشت) داڑھی توڑنے سے ثابت ہے۔	۴۷
۱۰۱	داڑھی کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عملی اجماع	۴۸
۱۰۳	رسول خدا کی مخالفت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی راہ سے منہ پھرنے کا نتیجہ	۴۹
۱۰۵	داڑھی منڈانے کی کناہ کا ایک تباہ کن پہلو۔	۵۰

صفحہ نمبر	نام مضامین	پر شمار
۱۲۹	حضاب سیاہ کی دو صورتوں کے بالاتفاق ناجائز ہے۔	۶۲
"	حضاب سیاہ کی تیسری صورت میں صحابہ کرامؓ، ائمہ اور فقہاء کا اختلاف ہے۔	۶۳
۱۳۳	سیاہ حضاب کو ناجائز کہنے والے فقہاء کے دلائل۔	۶۴
"	سیاہ حضاب کو جائز قرار دینے والوں کے دلائل۔	۶۵
۱۳۷	حضرت حسینؓ خالص سیاہ دیکھ لکایا کرتے تھے۔	۶۶
۱۳۸	(امام ابن شہاب زہری کا عملی فتویٰ)۔۔۔۔۔	۶۷
۱۴۰	زینت اور زیبائش میں اصلی اباحت ہے۔	۶۸
۱۴۲	فریقین کے دلائل میں تطبیق۔	۶۹
"	سیاہ حضاب کو ناجائز کہنے والوں نے صحابہ کرامؓ کے سیاہ حضاب کی حجۃ تادیل کیے۔	۷۰
"	پہلی تو جہیمہ یا جواب۔	۷۱
"	دوسری تو جہیمہ یا جواب۔	۷۲

صفحہ نمبر	نام مضمون	پر شمار
۱۰۷	چند شہادت اور ان کے جوابات۔	۵۱
"	سوال حضور علیہ السلام نے دارطھی بطور عادت رکھی تھی	۵۲
۱۱۵	سوال۔ دارطھی رکھنا سنت ہے۔ واجب نہیں ہے۔	۵۳
۱۱۶	سنت کا مفہوم اور مطلب۔	۵۴
۱۲۰	دین اسلام کے احکامات میں درجہ بندی۔	۵۵
۱۲۲	سوال: دو انگلیوں کے سروں میں پکڑنے کو قبضہ کہا جاتا ہے۔	۵۶
۱۲۳	سوال۔ دارطھی منڈانے اور کتروانے پر آج امت کا عملی اجماع اور تعامل ہے۔	۵۷
۱۲۷	ایک اضافی فائدہ۔	۵۸
۱۲۸	ضمیمہ مسئلہ حضاب میں مسک اعتدال۔	۵۹
"	ایک استفتاء۔	۶۰
۱۲۹	حضاب سیاہ کی پہلی صورت جو بالاجماع جائز ہے۔	۶۱

صفحہ نمبر	نام مضامین	نمبر شمار
۱۲۳	تیسری توجیہ، یا جواب	۷۳
۱۲۴	چوتھی توجیہ، یا جواب	۷۴
"	ناجائز کہنے والوں کے جوابات کا ایک منصفانہ تجزیہ	۷۵
"	جواب اول پر ایک نظر	۷۶
۱۲۵	دوسری توجیہ کہ صحابہ کرام کو سیاہ خضاب کی ممانعت کا علم نہ تھا، کتنی نامعقول ہے۔	۷۷
۱۲۷	تیسری توجیہ بے وزن اور بے محل ہے۔	۷۸
۱۲۹	چوتھی توجیہ بھی صحیح نہیں ہے۔	۷۹
"	سیاہ خضاب کو جائز کہنے والوں کی توجیہات اور جوابات	۸۰
"	ان ابن حجرؒ۔	
۱۵۰	ابن شہاب جیسے عظیم تابعی، امام محدثین کی تطبیق	۸۱
۱۵۲	علامہ ابن ابی عاصم کا استنباط	۸۲
۱۵۵	ایک علمی نکتہ	۸۳

صفحہ نمبر	نام مضامین	نمبر شمار
۱۵۷	علامہ ابن قیم الجوزیؒ کے جوابات	۸۴
۱۵۹	ایک دہم اور اس کا ازالہ	۸۵
۱۶۰	ایک باریک نکتہ۔	۸۶
۱۶۱	مقام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین	۸۷
۱۶۲	صحابہ کرام ہدایت کی روشن تارین ہیں	۸۸
۱۶۳	فائدہ	۸۹
۱۶۵	خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی پیروی کا حکم	۹۰
۱۶۷	صاحب مبسوط علامہ حسینیؒ کا فتویٰ	۹۱
"	مذہب احناف میں علامہ حسینیؒ کا مقام	۹۲
"	بندہ کے جواب کا خلاصہ۔	۹۳

پیش لفظ

یہاں ناہمیں بعض احباب علماء کرام حضور علیہ السلام کی صورت کی خلاف دینی کرنے یعنی وارٹھی منڈانے یا کتر واکرختی وارٹھی بنانے کے بارے میں سخت گیر اور جلالی مزاج کے واقع ہوئے ہیں، چونکہ عموناً قبائل کے لوگ دیندار ہیں اس لیے اگرچہ نوجوان طبقہ عملاً وارٹھی منڈا کرتے رہتے ہیں۔ تاہم اس عمل کو فوجا جانتے سمجھتے ہیں البتہ تعلیم یافتہ طبقہ میں گنتی کے چند لوگ ایسے بھی ہیں کہ وہ وارٹھی منڈانا تو حرام سمجھتے ہیں مگر کتر واکرختی شخصی وارٹھی کو وہ شرعی اور مسنون وارٹھی تصور کرتے ہیں۔ اس کیفیت اور عام مسلمانوں کے عمل کے پیش نظر مذکورہ احباب علماء کرام نے مجھ پر بار بار اصرار کیا کہ آپ اہم مسئلے پر دلنشین انداز میں کچھ لکھیں۔

ایک البدولے کا اصرار :- ایک افغان نثر ادیب جو مظاہر بالکل مشرک انسان ہے گذشتہ تیس سال کے عرصے سے کسی خواب کے اساس پر جوا ہونے لگا ہے دیکھا تھا جس کا بالکل ظاہر تعبیر یہ تھی کہ میں شہر مکتہ

مکتہ میں منجی لکھانی کرتا ہوں، اس بنا پر وہ میرے ساتھ وابستہ ہو گیا ہے اور مجھے لڑو لڑو بنایا ہے، اس واسطے کہ ان کو کشف اور الہامات کی جو کیفیتا پیش آتے ہیں چونکہ وہ عالم دین نہیں ہے۔ اس لیے سال میں ایک دھرتی افغانستان سے آکر میرے ہاں ٹھہرتا ہے ان کے کشف کے ایسے عجیب حالات ہیں جو کہ میرے علم و دانست کے مطابق سو فیصد صادق ہے اور صحافی ہیں، کہ لکھنے سے پوری کتاب بن جلتے گی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حالت بیداری میں بار بار زیارت اور مشاہدہ کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور علیہ شریف کے دقیق ترین خدو خال کا مجھ سے مستند احادیث کی رو سے تصدیق چاہنا وغیرہ عجیب و غریب شان کا فیر ہے۔

تقریباً دو سال پہلے میرے پاس تشریف لایا مختلف واردات کے مذاکرہ کے بعد بہت در و اور دکھ کے ساتھ حجابات مجھ نہ صرف بتائی بلکہ میرے ذمے ڈالی وہ یہ تھی کہ دو میں نے حضور علیہ السلام کو کئی مجلسوں میں دیکھا ہے۔ آپ کو وارٹھی منڈانے والوں سے سخت کوفت اور طال

فقیر صاحب: نے مجھ پر تاکید کی کہ آپ عوام کو تاکید سے یہ پیغام پہنچا دیں کہ اس عمل سے اجتناب کریں۔

داڑھی کا خضاب:-

داڑھی کے خضاب اسود یعنی سیاہ خضاب کے مسئلے پر بھی یہاں کے علماء میں افراط و تفریط کے متضاد فتویٰ سننے میں آتے ہیں۔ ان عوامل کے باعث طویل کشاکش کے بعد آج بروز جمعہ بمطابق ۱۸ رمضان المبارک ۱۲ مارچ ۱۹۹۳ء میں نے ارادہ کیا کہ باوجود کم علمی و بے مائیگی کے اس مسئلے پر کچھ لکھوں اور قلم اٹھا کر ان چند سطروں سے ابتداء کی واللہ الموفق لما یحب ویرضی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

امت بعد۔ چونکہ انسان کی فطرت ہے کہ جب بھی وہ ایسا کوئی قول و عمل کا ارتکاب کر رہا ہو جو اس کے دین اور مذہب سے متصادم ہو یا ملکی قوانین کے برخلاف ہو اور یا قومی اور اخلاقی اقدار کے منافی ہو تو بھی وہ اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کرنے یا کم از کم اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے مختلف حیلے بہانے اور غند و اعتدال کا سہارا لیتا ہے اگرچہ ان کا بے لوث اور سلیم ضمیر اسے دل ہی دل میں ایسا کرنے پر ملامت بھی کرتا ہو۔

قوله تعالى ابل الانسان على نفسه بكم انسان کی ضمیر اپنی بے راہ روی پر بصیرت و لوم الھی معاذیرہ ما خود گواہ ہے اگرچہ وہ کتنے عند وغذار (پلا، سورۃ القیامتہ، آیت ۱۷) پیش کرے (پلا سورۃ القیامتہ آیت ۱۷)

کسی بھی کلمہ گو کے لیے اس بات میں سروشک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذاتی قول و عمل اور آپ کے بعد صحابہ کرام اور تابعین

کا دارڑھی کو ایک قبضہ (یکمشت) سے کم نہ رکھتے پر ایک زبان اور قطعی اجماع ہے یہ دو ایسے قطعی دلائل ہیں جن سے نہ تو کوئی انکار کر سکتا ہے اور نہ ہی ان میں ذرہ بھر سقم اور ضعف کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے اس شاہراہ ہدایت پر بہت کم لوگ گامزن ہیں۔ حالانکہ ہر نماز میں اگر دعبہ تو یہی ہے۔

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ
صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ
النَّبِيِّينَ وَالصَّالِحِينَ وَالشَّاهِدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ (پہ انشاء آیت) لوگ ہیں (۵، النساء آیت ۶۹)

اس آیت کریمہ کا اولین مصداق ہمارے حضور علیہ السلام خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی ہیں۔ افسوس کہ مسلمان جن انعام یافتہ انسانوں کی راہ پر چلانے کی درخواست بارگاہ الہی میں ہر نماز کے اندر پیش کرتا ہے لیکن جس امر میں ان انعام یافتہ لوگوں کی راہ ہر خاص و عام کو روز روشن

کی طرح عیاں ہے یعنی یہ کہ ان انعام یافتہ لوگوں نے زندگی بھر دارڑھی کو یکمشت سے ہرگز کم نہیں کیا ہے، مگر نہ صرف یہ کہ مسلمان اس راہ پر چلتا نہیں بلکہ نہ چلنے کے جواز کے لیے دلائل مہیا کرنے کے لیے بھی کوشاں ہے۔

تو اس یافتہ چیز پیروے معصومی
میں درڑھی کی اہمیت پر حسب ذیل مختلف
زاویہ نگاہ سے کچھ معروضات ناظرین کے تحفہ نظر کر لیں۔

شاید کہ اتر جاتے تیرے دل میں میری بات

۱) فطرت کا اصول حسن :- اور دارڑھی

۲) فطرت کا اصول صحت :- اور دارڑھی

۳) فطرت کا اصول بقائے قومیت :- اور دارڑھی

۴) فطرت کا اصول شریعت :- اور دارڑھی

۵) چند شبہات :- اور ان کی جوابات

۶) خضاب کے مسئلے میں :- راہ اعتدال

لکے صفحات میں ان قائم کردہ عنوانات کی روشنی میں میری کوشش کہ ہوگی کہ

اخلاقی جذباتیت اور عصیت سے خالی الذہن ہو کر حقائق کو ناظرین کے سامنے رکھ دوں تاکہ وہ خود اپنے لئے راہِ راست متعین کر سکیں، جہاں نوکِ قلم سے حق بات نکلی وہ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی ہوگی اور جہاں لغزش ہوئی وہ میری کم علمی اور سوء فہم ہوگی، ناظرین سے امید اصلاح ہوگی تاکہ اپنی غلطی کی تدارک کر سکیں۔

وما توفیتی الا باللہ

فطرت کا حسن عالمیگر

فطرت نے چونکہ حسن و زیبائش سے صرف حضرت انسان کو نہیں نوازا بلکہ پوری کائنات کی تخلیق کو دیکھئے فطرت مروت بناتی، نہیں بلکہ اس طرح بناتی ہے کہ ہر ایجاد اور بناؤ میں حسن و زیبائی کا جلوہ اور ظہور ہو، اس طرح فطرت کے ان گنت العلامت میں ایک بڑی رحمت اور فیضان اس کا عالمیگر حسن و جمال ہے۔ اس جہان رنگ و بو کو اجتماعی صورت میں دیکھو یا اس کے ہر فرد اور جزو کی انفرادی شکل و صورت پر نظر ڈالو، اس کا کوئی چہرہ نہیں جس چین اور دلپری نے ایک نقابِ دلربائی نہ ڈالی ہو، ستاروں کا نظام اور ان کی آنکھ چولیاں، سورج کی شعاعیں اور اس کی رنگ بر رنگی، چاند کی گردش اور اس کی جلوہ نمایاں، آسمانی

فضاؤں کی وسعت اور اس کی نیچو نیچاں برسات کی کالی گھٹائیں، گن گرج، رعد و برق اور روح پرورد جوائیں اور موتی جیسے قطرے، سمندر کی موجیں اور دریاؤں کی روانی، سرنگھٹ پہاڑوں کی جلال اور نشیبی میدانوں اور آبشاروں کا جمال، حیوانات کے رنگارنگ اجسام اور اشکال، نباتات کی رنگینیاں اور باغات کی گل گونی و گل رنجی پھولوں کی مہک اور پرنندوں کی چہک، صبح کا رخ خندان اور شب کی زلف پریشان گویا کہ کائناتِ مادی کا اصل خمیر جی حسن و زیبائی ہے۔ تاہم عام انسانوں کو ان کے حسن و جمال کا قدر و قیمت اس لیے نہیں کہ مفت اور عام ہے

کائنات کے اشیاء اور مناظر کا اختلاف

فطرت نے انسانی طبیعت کچھ اس طرح بنائی ہے کہ ہر نیاپن اور تبدیلی سے اس میں خوش گواری، نیا جذبہ اور نیا شوق پیدا ہوتا ہے یکسانیت اور یکسانی سے انسانی طبیعت اکتاتی ہے۔ فطرت کی قیامی اور بخشش دیکھئے کہ انسانی فطرت کے اس طبعی افتاد کے پہلانے کی خاطر اس جہان آب و گل کے ہر جنس دوسرے سے مختلف ہر نوع کی خاصیت الگ اور ہر صنف کا خاص جدا انقائش فطرت نے اس کا رخاد ہستی کو ایک ایسا نگار خانہ بنا لیا ہے کہ جہاں ہر جسم کا وضع قطع

دوسرے سے الگ شکل و صورت میں تنوع رنگ و بو میں جدت اور ذائقہ میں تبدیلی یہاں تک کے باریک آئینہ اور ان کے الیکٹران، پروٹان تک ہیں اختلاف ہے آواز کے نغموں کی حسن تاثیر کی سحر انگیزی مختلف آنکھوں کی جادوگری الگ الگ ہے یہاں تک کہ انسان اول سے لیکر انسان آخر تک دو انسانوں کے انگلیوں بلکہ پورے جسم پر پرکار قدرت کی نقش گری ایک جیسی نہیں علامہ سعدی اس طولانی اور نہ ختم ہونے والی داستان تنوع، رنگ برنگی اور اختلاف کو دو شعروں میں سمیٹ کر ختم کرتا ہے

روضتہ ماء منفر صا سلسال دوحۃ سبح طیرھا موزون
اک پر وزلالہ ہائے رنگانگ دیں پراز میوہ ہائے گنایوں

فطرت کا قانونِ زوجیت

کائناتِ هستی کے اختلاف کے جن کو نکھانے اور سونے پر سہاگہ کرنے کے لیے فطرت نے کائنات کی ہر چیز میں قانونِ زوجیت یعنی جوڑ جوڑا اور مذکر مؤنث کو اس شدت سے نافذ کر دی ہے کہ کائنات کا گوشہ گوشہ اس قانون میں جکڑا ہوا ہے کوئی چیز ایسی نہیں کہ اس کے لیے جوڑیدار اور

جفت و زوج نہ ہو اس جہاں کن فکان میں یکتائی اور طاق آپ کو کہیں نہیں ملے گا ہر چیز میں زوجیت، جفت اور دوئی ہی کی حقیقت عیاں اور کار فرما ہے۔ رات کے لیے دن ہے، صبح کے لیے شام ہے، آسمان کے لیے زمین سورج کے لیے چاند، عم کے لیے خوشی، جوانی کے لیے بڑھاپہ، نر کے لیے مادہ مرد کے لیے عورت۔

گاڑیوں کے ہارن میں "نر" اور "مادہ"

میرے ذاتی پیچارو جیب کے ہارن میں کچھ ایسی خرابی واقع ہوئی تھی کہ اس کی آواز گلوگیر اور کرخت تھی حالانکہ وہ کمپنی کا لگایا ہوا تھا۔ پشاور میں باہمائی کمپنی کے ماہر مٹری کے پاس ہم گاڑی لے گئے اور یہ شکایت ان کو بتادی جیب اس نے چیک کیا تو اس نے کہا کہ اس کا اپنا ہارن تو ایسا ہی رہے گا البتہ اگر کسی اور گاڑی کا لگانا چاہو تو یہ الگ بات ہے۔ میں نے ان سے کہا جناب یہ کیوں ٹھیک نہیں ہو سکتا تب اس نے بتایا کہ اس ہارن میں نر اور مادہ ڈبل آوازیں بجا ہوتی ہے آپ کی گاڑی کے ہارن کی مادہ حصے نے جل کر کام چھوڑ دیا ہے اس لیے آواز میں حسن اور سڑکلاپن نہیں بلکہ کرخت پن ہے

یہ سن کر میرے ذہن میں قرآنی آیت گونج اٹھی۔

دین کل شئی، خلقنا ذوی حین۔

ادھر ہر چیز میں سے ہم نے جوڑے پیدا کئے ہیں مذکر اور مؤنث
ان متقابل جوڑوں کے جسموں، صورتوں، شکلوں میں ظاہری اور معنوی اختلاف
کے ساتھ ساتھ ان کی تاثیر اور تاثر فعل و انفعال اور تقاضوں اور امتیازات
میں مکمل بیگانگی اور علیحدگی کے ہوتے ہوئے فطرت نے ان کے آپس میں اس
حد تک ہم آہنگی پیدا کی ہے کہ ہر ایک میں دوسرے کے جلد تقاضوں اور سوالات
کا بھر پور مثبت جوابات ہیں اس لیے ہر ایک کو دوسرے کی طلب اور جستجو ہے
کیونکہ کوئی ایک بھی دوسرے کی فافت کے بغیر یا تو اپنی کارکردگی اور کمالات
کا مظاہرہ نہیں کر سکتا اور یا اپنی بقا کا تحفظ نہیں کر سکتا، کیونکہ بہت سی اشیاء
ایسی ہیں کہ اس کی پہچان نام و نشان، اس کے مقابل جوڑی ملنے کے وجود اور
ہستی کی سرچوں منت ہوتا ہے۔

نر اور مادہ کا اختلاف اور امتیاز

فطرت نے نہ صرف مرد اور عورت میں بلکہ جملہ حیوانات کے نر اور مادہ

میں ایسا واضح اور بھر پور اختلاف اور امتیاز رکھا ہے کہ بغیر اس کے کہ جنس
اور نوع میں وحدت ہے اور کسی گوشہ میں بیگانگت نہیں ہے۔ مثلاً جسم اور
یاڈی کو لپیچے، نر کے جسم کی مجموعی ٹھکانہ بہ نسبت مادہ کے دوہریکل بھاری بھر کم،
اس میں رعب و جلال، ہیبت اور جا حریت، سختی اور خشونت، قوت اور
مصنوعی جیسے اوصاف کی خدو خال نمایاں ہوتے ہیں جبکہ مادہ کے جسم اور
یاڈی میں مذکورہ اوصاف کے برعکس خصوصیات بالکل واضح ہوتے ہیں نر
کے جسم کی بہ نسبت مادہ کا جسم معتدل اور سڈول ہوتا ہے۔ اس میں الفت
اور جمال، انس اور جا فریبیت، پچک اور ملائمت، ضعف اور نرمی جیسے
اصناف بالکل نمایاں ہوتے ہیں یہی فرق اور امتیاز ہر ایک کے ایک ایک
عضوا و اعضاء کی کارکردگی میں ویسے ہی نمایاں ہے، باطنی اور معنوی صفات،
احساسات جذبات حتیٰ کہ یہ بات آج کل سائنسدانوں نے مشاہدات اور
تجربات سے ثابت کی ہے کہ نر اور مادہ کے دماغ کے بھیجے کی حجم اور وزن
میں بھی فرق ہے۔

فطرت نے حیوانات کے مقصد تخلیق کے لحاظ سے یعنی افزائش نسل

کے اعتبار سے تر اور مادہ کے میدان عمل میں فرق اور امتیاز کی واضح لکیر پھینچی

مرد اور عورت کی امتیازی خصوصیات

مرد اور عورت کی مذکورہ امتیازی خصوصیات کو فطرت نے جس خصوصیت

اور اہتمام سے نمودار اور واضح کیا ہے شاید دوسرے حیوانات کے نہ اور مادہ میں اس امتیاز کی اتنی اہتمام نہ کی ہو۔ عنقوان شباب اور جوانی کی طیز پر قدم رکھتے ہی نقاش فطرت لڑکے اور لڑکی کی نگارش اور سجاوٹ ایک دوسرے سے بالکل مختلف انداز میں شروع کر دیتا ہے۔ لڑکے کی چہرے کے گرد بہار جوانی کا لطیف اور حسین ایسا دکش سبزہ پھوٹنے لگتا ہے جیسا کہ بہار چودھویں چاند کے گرد ہالہ جبکہ لڑکی کا شباب چہرے کے عکس جسم کے دوسرے حصے میں کلیوں کی شکل میں جلوہ نمائی شروع کر لیتا ہے۔ شباب کے عروج کے ساتھ لڑکے کی چہرے کا سبزہ داڑھی کی شکل اختیار کرتی ہے اور لڑکی کی کلیاں نسوانی خصوصیات کا بھر پور مظاہرہ شروع کر لیتی ہیں۔ فطرت کی حکمت دیکھتے کہ جس حصہ جسم اور عضو کے ساتھ انسان کسی سے سامنا کرتا ہے اور جس کے دیکھنے کو ملاقات کا نام دیا جاتا ہے اس پر نقاش فطرت نے مرد اور عورت کی

امتیازی نشان خلقہ مثبت کر دی ہے۔ جس کے بعد دیکھنے والے کو اس میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا ہے کہ میں نے مرد دیکھا یا عورت۔

فطرت کی اصول حسن اور وارثی

کائنات میں پھیلی ہوئی اس عالمگیر حسن کی پہچان اور تعریف کے لیے ایسا پیمانہ اور حد و تعریف وضع کرنا ہو گا جو کہ کائنات میں بکھری ہوئی جملہ حسینوں پر صادق آئے ان کے لیے جامع ہو یعنی اس کی دامن میں اتنی وسعت ہو کہ جملہ کائناتی حسینوں پر حاوی ہو اور یہی تعریف اور پیمانہ حسن مانع بھی ہو یعنی اس کے دائرہ کے اندر کوئی بھی غیر معیاری حسین کی داخلے کی گنجائش نہ ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ ایسا وسیع پیمانہ اور تعریف چند الفاظ میں سمودینا آسان نہیں تاہم نامکن بھی نہیں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں وہ یہ ہے "ہر ایک چیز کی وجود کی نوعیت اور اعتدال کے ہوتے ہوتے اس کے مقصد تخلیق کی افادیت اور خصوصیات کا بھر پور ظہور"۔ اس اصل پر پہاڑ کو پرکھ لیجیے کہ اقوام عالم کے لیے اس کی جاذبیت، دلربائی اور اس کی وصال یعنی سر کرنا، اس پہاڑ کی بلندی اور دشوار گزری کی نسبت سے ہے۔ کیونکہ فطرت کے مذکورہ اصول حسن کی مطابق پہاڑ کی حسن یہاں تک ہے کہ

سرفلک اور دشوار گزار ہو۔ کاینات کی ہر چیز کی حسن، مذکورہ اصل اور قانون سے بلا تکلف عیاں اور بیان ہو سکتا۔

عورت کا حسن

عورت کا حسن بھی تو ہے کہ اس کی زلفا زین کی خصوصیات کا بھر پور ظہور ہو یعنی سڈول جسم کے ہوتے ہوئے اس کی سر پر عین زلف کی جال، کمان نما برہ اور بجز شمرگان کے بالوں کے سوا باقی پورا بدن تختہ سیمین اور بیت بولین کی طرح بالوں سے مبرا ہو، زرق برق لباس میں ملبوس ہو۔ زیورات اور جواہرات سے ڈھکی ہوئی ہو، چہرے پر گل رنگی، لب پر سرخی، آنکھوں میں کاجل اور سنجول پر پھنائی میک اپ مہارت سے کی گئی ہو۔ اور یہی ہے عورت پنکی خصوصیات کا بھر پور مظاہرہ آئیے چند لمحات کے لیے ایک ایسی حسین عورت کا دنیا کے تصور میں تماشہ کریں جس کے سر کے بال مرد کی طرح کانوں کے برابر کے ہوتے ہو یا بالکل صاف کیئے ہوتے ہو اور قبضہ بھر حسین دماغی اور موزون مچھیں، بجاری مردانہ آواز اور مردانہ لباس سر پر مردانہ پگڑی یا ٹوپی ہو اور طبیعت میں مردانہ جلال کا نود ہے، کیا عورت کے لیے ایسا ہونا حسن و زیبائی ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں، نہ صرف

اس لیے کہ حسن فطرت کے اصول حسن پر آن فٹ ہے بلکہ ہر صاحب ذوق حقیقی مرد و عورت کی ایسی صورت اور حلیہ کو مشدین اور مسخ کی بدترین نمونہ قرار دے گا۔

مرد کا حسن

فطرت کی مذکورہ اصول حسن کی اساس پر مرد کا حسن بھی تو ہے کہ جسم کی موزونیت اور اعتدال کے ساتھ اس کی رجولیت اور مردانہ پن کی خصوصیات اور صفات کا بھر پور ظہور اور نمود ہو۔ کسی بھی مرد کا عورت کی مذکورہ اصلی صورت، شکل حلیہ اور لباس میں ڈھل جانا یعنی دماغی اور دماغی صاف کر کے تازہ چہرہ زنانہ ناز و ادھیزہ اپنانا، فطرت کی اصول حسن اور کسی بھی صاحب ذوق حقیقی عورت کے لیے ویسا مشدین اور رجولیت کا مسخ ہونا ہو گا جیسے کہ مذمقابل کا مذکورہ فرضی صورت اگرچہ ان مقابل صورتوں یعنی عورت کا مردانہ صورت بنانا یا مرد کا زنانہ شکل اپنانے سے طبیعتیں یکساں نفرت نہیں کرتیں اور نہ ہی دونوں شکلوں کے مشدین اور مسخ صورت کو ایک ہی ترازو میں تولہ جاسکتا۔ مگر واضح رہے کہ یہ فرق اس لیے نہیں کہ فطرت کی اصول حسن میں کوئی سقم ہے، یا صاحب ذوق حقیقی

کا ذوق اور وجدان میں خلل ہے بلکہ اس فرق کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مرد کا زائے
شکل و صورت اور حلیہ بنانے سے ہماری آنکھیں اور طبیعتیں مانوس ہو چکی ہیں اس
لیے کہ ہم جس ماحول میں رہتے ہیں اس میں ہر طرف مردوں کی مذکورہ مشابہت
صوتوں کی گھبراہٹ ہے اور مسخ شدہ عورت کی داڑھی وغیرہ مردانہ خصوصیات کے
حامل صورت ایک فرضی صورت ہے جس کا فارج میں وجود نہیں جس سے ہم ہانکا
ہوتے ہوئے، اس بنا پر ہمارے لیے وہ بہت زیادہ باعثِ نفرت ہے
اور یہ کم ہاں ہمارے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ میں دونوں مسخ شدہ
شخصیں، بالکل ایک ہی طرح باعثِ نفرت ہیں جیسا کہ پیش لفظ میں ایک صاحب
کشف فیکر کے کشف کا قصہ ذکر کر چکا ہوں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نگاہ اور فرشتوں
کی نظروں میں آج بھی مذکورہ دونوں مسخ کردہ صورتیں یکساں منحوس اور مبغوض ہیں۔
اور عالم برزخ نیز قیامت کے دن جملہ انسانوں کی نظروں میں بھی مذکورہ دونوں
مشابہت اور مسخ کردہ صورتیں ایک جیسی باعثِ نفرت اور نحوست کی شکل میں نمودار ہوں گی۔

امریکہ میں ایک سروے

ماضی قریب میں امریکہ کے کالجوں یونیورسٹیوں اور دیگر تعلیمی اداروں میں

پڑھنے والی لڑکیوں سے ایک گشتی سوالنامہ میں چند سوالات پوچھے گئے تھے جن میں
سے ایک سوال یہ تھا کہ شوہر کے بارے میں تمہاری جذبات کیا ہے، کیا اس کے
چہرے پر داڑھی پسند کرتی ہو یا داڑھی منڈا چہرہ۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ کیا تم شوہر
کے حسن و جمال، مال اور دولت کو اولیت دیتی ہو یا اس کی نیک شہرت اور
عظمت کو اولیت دیتی ہو ان سوالات کے جوابات کارپورٹ پاکستانی اخبارات
میں شائع ہوا تھا اگرچہ اخبار کا نام اور تاریخ اشاعت یقین سے یاد نہیں مگر
یہ بات مجھے یقین اور وثوق سے یاد ہے کہ لڑکیوں کی بھاری اکثریت نے شوہر
کی چہرے پر داڑھی پسند کی تھی اور اس کی نیک شہرت اور عظمت کو اولیت دی
تھیں۔ گویا کہ امریکہ جیسے جدت پسند معاشرہ میں اس چودھویں صدی میں بھی حنا
ذوق لڑکیوں کی اکثریت نے ”فطرت کی اصولِ حسن“ کی قانون کی صداقت پر مہر
تصدیق ثبت کر دی۔

دور نہ جائیے خود مشاہدہ فرمائیے

دو جوانوں کو فرض کر لیں ایک بکے چہرے پر حسین اور جمیل مسنون داڑھی ہے
اور موزوں مچھیں ہیں اور دوسرے نوجوان نے ان دونوں کو بیخِ دین سے

کرید کر صاف کیلہے۔ اب فرض کیجئے کہ ان دونوں نے اپنے چہرے کے باؤں سے الٹا معاملہ کیا۔ داڑھی ولے نے اپنی داڑھی اور موچھیں منڈا کر صاف کرنے اور دوسرے نے حسین داڑھی اور موزول موچھیں اپنے چہرے پر رکھ چوڑی۔ اب آپ ان دونوں چہروں کا ایسی آئینہ تصور میں نظارہ کریں اور دیکھیں کہ کس چہرے پر وقار اور حسن کا اثر نمایاں ہے اور کس چہرے پر شل پن سفلی پن کی ذلت سوار ہے۔ یقیناً داڑھی منڈانے والا اپنے جانے پہچانے لوگوں میں چہرہ چھپا کر جائے گا اور دوسرا اپنے دوستوں کے سامنے فخریہ انداز میں اپنے داڑھی پر ہاتھ پھیرا کر اونچی آنکھوں سے گم پھرے گا۔

پچھلے بحث کا خلاصہ

فطرت کا قانون حسن سچا اور اٹل ہے لہذا داڑھی مرد کے لیے فطرت کا عطا کیا ہوا عظیم تحفہ حسن ہے، رجولیت اور مردانہ پن کے لیے وقار اور رعیب و جلال ہے۔ اسے کتر اکترا کر جتنی کمی کرتے جاؤ گے اسی مناسبت سے اپنی رجولیت اور مردانہ پن کی وقار، رعیب و جلال جیسے حسین صفات میں یقیناً کمی آئے گی۔ وللتاس فیما لعشوقن مذاہب۔

فطرت کی اصولِ صحت اور داڑھی

حکیم اور علیم رب کا مینا نہ صرف خلاق اور پیدا کرنے والا ہے بلکہ وہ رب اور پالنے والا بھی ہے۔ رجولیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر مخلوق کے لیے ان کے بقا و تحفظ کے لیے ان کے مقتضائے حال کے مطابق خود کلا نظام کے تحت انتظام کرنا اور حکیم کامل وہی اہتمام ہے جس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی فعل اور تخلیق و ایجاد حکمت سے خالی نہیں اس لیے کہ وہ حکیم ہے۔ یہاں بات ہے کہ ہمارے علم اور سمجھ کی کمی کے سبب ہمیں اس کا علم نہ ہو۔ ایک چھوٹی سی مثال لیجئے۔

ایک حکایت! کہا جاتا ہے کہ کسی بادشاہ نے اعلیٰ نسل کا ایک قیمتی باز پالا تھا۔ اتفاقاً ایک دن یہ باز شاہی محل سے اڑ کر کسی بوڑھی عورت کی چوڑی میں جا بیٹھا۔ بوڑھی عورت نے پکڑ کر چوڑی میں باندھ لیا، بوڑھی نے شفقت اور دلسوزی کا مظاہرہ کر کے باز کی مہمانی پانی دانے سے شروع کی مگر باز دانے نہیں کھاتا۔ قصہ مختصر بوڑھی بھی پرندے کی ٹھوک سے پریشان ہو گئی۔ باز کے نوکیلے پنجوں اور ٹیڑھے چوڑے کو جب دیکھا تو یقین

ایا کہ انہیں کانٹوں اور چوڑخ کے ٹیڑھ پن سے بچا رہ نہیں کھا سکتا ہے
چنانچہ تیز چاقو سے باز کے چوڑخ کا خمیدہ اور نیچوں کے کیل کانٹے صاف
کر ڈالے، وہ اپنی سمجھ کے مطابق تو بہت اچھائی کر رہی تھی مگر اسے کیا
خبر کہ باز کے حکیم اور عظیم رب نے یہی کچھ تو باز کی بہبود اور زینت کے لیے
عطا کیا ہے۔

انسانی جسم میں فطرت کا خود کار نظام

انسانی جسم جسے عالم صغیر بھی کہنا جاتا ہے۔ اس کے بقا اور تحفظ
کے لیے قدرت نے اس کے اندر جو آٹومیٹک نظام وضع کیا ہے۔ شاید
پوری سائنسی مشینری میں اس کا نظیر نہیں ہے۔ مثلاً انسانی جسم کے لیے حرارت
اور برودت یعنی گرمی اور سردی کا معتدل ماحول درکار ہے گرمی اور سردی
کی شدت انسان کے لیے ضرر رسان ہے جب جسم کا ٹیڑھ پھر درجہ حرارت
نقصان دہ حد تک بڑھ جائے تو اگر خارجی تدابیر سے اسے کم کرنے کا کوشش
نہ کی گئی تو اندرونی خود کار نظام کے تحت جسم پانی خارج کرنے لگتا ہے جسے
ہم پسینہ کہتے ہیں۔ اس طرح گویا کہ جسم خود کو نہلاتا ہے۔ اس بھگی جسم چرب

ہوا کی جھونکے لگتی ہیں تو جسم کو ٹھنڈا کن پہنچ جاتا ہے اور درجہ حرارت خود
بخود کم ہو جاتا ہے۔

اس طرح شدید سردی کی وقت اندرونی خود کار نظام کے تحت اعضا
میں لرزش اور تھمنا شروع ہوتا ہے اس حرکت کے نتیجے میں جسم کی حرارت
بحال ہو جاتا ہے۔

انسانی جسم میں بعض اعضاء بہت نازک ہوتے ہیں جو کہ خارجی اثرات
سے بہت جلد متاثر ہوتے ہیں۔ جیسے چہرہ اور گردن۔ آپ نے دیکھا ہوگا
کہ سخت گرمیوں میں ہر ایک اپنے سر اور گردن کو تیز دھوپ اور گرم ہوائی
سے مختلف ذرائع سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔

واضحی صحت کی محافظ ہے

قدرت نے انسان کے سر اور گردن کو دھوپ اور سردی کی شدت
سے محفوظ بنانے کے لیے سر پر بالوں کا ایک حسین جنگل بنایا ہے اگر کوئی مرد
اپنے بالوں کو سنت کے مطابق بٹھلے رکھیں جس کا آخری حد کندھوں تک
بڑھانا ہے تو نہ صرف سر بلکہ گردن کا پچھلا حصہ بھی کافی حد تک خود بخود تیز

دھوپ گرم اور سردی کی ضرورت سانی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مسنون
 دارھی گردن کے اگلے حصے کے لیے ایک فطرتی گلہ بند، یا سائبان کا کام دیتا
 ہے۔ مگر جو لوگ نہ سر پر گھنٹے اور مسنون بال چھوڑتے ہیں اور نہ دارھی کھتے
 ہیں انہیں قدرت کے اس خود کار نظام تحفظ کے بدلے گرمیوں میں سر
 اور گھنٹ پر سایہ کرنے کے لیے یا تو چھتری کا سہارا اور یا چھتری ٹاٹ پنی
 اور ہیٹ کا سہارا ضرور لینا پڑے گا۔ جس کا فائدہ پھر بھی اچھوڑے ہے اس
 لیے کہ گرمی ہوگی ضرر کا احتمال پھر بھی موجود ہے اور سردی کی شدت سے
 بچنے کے لیے سر پر گرم ٹوپی کے علاوہ گردن پر گرم کپڑا لپٹنا پڑے گا جسے گلوبند
 کہا جاتا ہے۔

مسنون دارھی اور مچھلی جراثیم کیلئے مائع نہیں

اچھلی یہ بات تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ عموماً جہاں انسان سانس لیتا ہے۔
 وہ جراثیم آلود ہوتی ہے جتنی بھی ہوا زمین سے قریب تر ہوتی ہے۔ اتنی ہی
 اس میں جراثیم کی بھرمار ہوتی ہے اور ان غبار آلود ہوا میں مختلف متعدی اور
 مہلک امراض کی جراثیم بھی شامل ہوتی ہیں اور زمین سے بلندی کی مناسبت

کے فرق شدت بلندی شریعت نے مچھلی جراثیم کے بڑھانے کی آخری حد یہ مقرر کی ہے کہ
 بالائی لب کی سُرُخ کنارے سے نیچے منہ میں دھلکے لسی منہ کی چھوڑائی کے برابر ہی
 طرح بال کاٹ لیا کرے کہ بالائی لب کا سُرُخ کنارہ ظاہر ہو اس طرح شریعت نے
 منہ انسان میں جراثیم داخل ہونے سے دو طرفہ تحفظ کا انتظام کیا اگر مچھلیوں
 کی بال بالائی لب کی سُرُخ کنارے سے بڑھ جاتے تو اندیشہ ہے کہ بالوں میں چھلنی
 ہونے سے جراثیم کھانے پینے کے ساتھ منہ میں داخل ہو کر صحت کیلئے مضر ثابت ہو
 جائے اور مچھلیوں کو منہ کی جراثیم جراثیم بڑھانے کی اجازت دینے سے یہ فائدہ حاصل
 ہوا کہ انسان کے چہرے کے بالمقابل ہوا اور سر سے بلند ہوا میں بھی جراثیم ہوتے
 ہیں ہوا اور ناک میں داخل ہوتے کے وقت یہ مسنون مچھلیوں کی چھلنی سے
 بھی گزر جاتے تو قدرت نے ناک کے اندر بھی بالوں کا ایک جھل بنا رکھا ہے۔
 جس سے اندر جانے والی ہوا تیسری مرتبہ بھی چھلنی ہو جاتا ہے۔ اس طرح
 انسانی پیچھے طرف میں داخل ہونے والی ہوا تمام الایشیوں اور آلودگیوں سے
 پاک صاف ہو کر جاتی ہے۔ میں نے بعض فیش ایل افسروں کو دیکھا ہے کہ ان
 ناک کے اندر بالوں کا ایک گنجان جال تھا جو سب سے بیٹھے والے کو صاف دیکھائی
 دیتا ان سے جراثیم کی تناسب بھی کم ہوتی جاتی ہے تو گویا کہ منہ اور ناک میں زمین
 کی طرف طرف سے اٹھنے والی جراثیم آلود ہوا کیلئے مسنون دارھی ایک قدرتی
 چھلنی اور فلٹر کا کام دیتی ہے۔ جس میں جراثیم آلود منہ اور ناک کی طرف فلٹر

بالوں کو ناک سے باہر آنے نہیں دیا تھا۔ شاید اس لیے اس صاحب نے ناک کے اندر اس قدر قی فلٹر کا اتنا اہتمام کر رکھا تھا کہ اس سے پہلے دو قسمی فلٹروں کو یعنی مسنون موچھیل اور مسنون داڑھی کو وہ ضائع کر چکا تھا۔

پتھر بے منہ اور ناک کو بار بار دھونا

چونکہ داڑھی، موچھیل اور ناک کے اندر کے بال جراثیم کے پھنسنے کا فطرتی جال ہے جس کے طفیل سانس کے ذریعہ اندر جانے والا ہوا تو یقیناً جراثیم وغیرہ آلائشوں سے صاف و شفاف ہو جاتا مگر یہ تیزوں پھیلنا اور فلٹر تو بڑا نچوڑ جراثیم وغیرہ مضر صحت آلائشوں کا گویا ایک بھر پور خزانہ بن جاتا ہے اس لیے شریعت اسلامی نے دل میں پانچ مرتبہ جو نماز فرض کیا ہے اس کی صحت کیلئے وضو شرط اول ہے اور ہر وضو میں چہرہ، منہ اور ناک دھونے کا حکم ہے اس وضو کے بے شمار فوائد اور حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ مذکورہ تیزوں پھیلنا اور فلٹر جو جراثیم وغیرہ سے بھر گئے تھے۔ ان کی بار بار تطہیر اور صفائی ہوتی رہے تاکہ صحت جسمانی کے تحفظ کا فریضہ حسن و خوبی سے انجام دیتی رہیں۔ اب آپ خود انصاف کیجئے کہ ان فطرتی محافظین صحت کو ضائع کرنے سے انک

نے کیا کمبویا اور کیا پایا۔ بے شک عقل سلیم اللہ تعالیٰ کا عظیم عطیہ ہے۔

داڑھی منڈانے کی سائنسی مفزات

سائنسی تحقیقات کی رو سے یہ بات مسلم ہے کہ انسان کے چہرے کی جلد کے بیرونی سطح پر فطرت نے باریک ترین اور نازک ترین خلیوں (سیلز) کا ایک گنجان جال پھایا ہے۔ خلیوں کا یہ جال انسانی چہرے کو حسن و رونق اور دلربائی سے بھر پور قوت اور غذائیت بیرونی ماحولیات سے جذب کر کے پہنچاتی ہے نیز دونوں رخساروں پر شریاٹوں کی پچھی ہوئی جال کی وساطت سے مذکورہ خلیے (سیلز) آنکھوں کے لیے قوت بینائی اور دماغ کے لیے قوت دماغی میں یا تو مدد دیتی ہیں یا ان قوتوں کے لیے ان خلیات کی سلامتی، بیرونی مفزات سے تحفظ کی ضمانت سمجھی جاتی ہے۔ آپ نے خود دیکھا ہے کہ انسان کے اندرونی تغیرات، احساسات اور جذبات سے یا بیرونی تغیرات واقعات اور حالات سے انسانی جسم کے اعضاء میں سے جو عضو زود تر، زیادہ اور نمایاں تر، اثر قبول کر کے اس کو زبان حال سے بیان کرتا ہے وہ انسانی چہرہ ہی ہے۔ چہرہ گویا پیش آمدہ تغیرات کے لیے ٹی وی کا پردہ ہے اور پیش

انے دلے حالات کے لیے رازدار ہے۔ یہ سب کچھ سبقت جو چہرہ کو حاصل ہے اس کی ظاہری سبب چہرے کی مذکورہ خلیات کا کوشش ہے۔ اس سے آپ کو کم از کم یہ اندازہ تو ہو گا کہ چہرے کی خلیات (سینز) اثر پذیری کے لحاظ سے انتہائی حساس واقع ہوتے ہیں ان کی نزاکت کی یہ عالم ہے کہ چہرے پر ہاتھ پھیرنے اور چہرے پر ہاتھ ملنے سے بھی ان کے کسی ایک ضائع اور بے کار ہو جاتے ہیں۔

چہرے پر اُسترا پھیرنا چہرے کی فطرتی رونق ضائع کرنا ہے

جب چہرے کی مذکورہ نازک ترین اور حساس خلیات پر بار بار اُسترا چلایا جاتا ہے تو چہرہ کو فطرتی حسن اور تازگی پہنچانے والے خلیات کا بیشتر حصہ یقیناً ضائع ہو جاتا ہے اب خواہ کوئی اس حسن رفتہ کے لیے چہرے پر مصنوعی حسن لانے کے لیے کتنے پوڈر اور کریم بھی ملیں لیکن یہ حسن اور تازگی مصنوعی ہی ہوگی۔

چہرے کے خلیات کی ضیاع کا انجام بالکل ہی ایسا سمجھنا چاہیے جیسے کسی مالدار اور باغبان درختوں کے شاخوں کے پتے پر تیز دھاری آکر چلاتا پھرتے ہیں جو پھر باغبان کا ذوق حسن فاسد ہو چکا ہے۔ وہ اس لیے ایسا کرتا ہے

تاکہ درخت کے نازک شاخ، پھول اور پھل بے پردہ ہو کر دیکھنے والوں کی آنکھیں ان کے حسن بے حجاب سے لطف اندوز ہو اور جمل ہی شاخوں پر دوبارہ پتیوں نمودار ہوتی ہیں تو باغبان پھر اسی خوف کے پیش نظر کہ درخت کے پھول پھل اور نازک شاخوں کی حسن پتیوں سے محبوب ہو جائے گی لہذا پتیوں کا سر قلم کرنے لگتا ہے۔

کیا باغبان کے اس عمل کے ہونے درخت کے شاخوں، پھولوں اور پتیوں میں خدا داد حسن، لذت، صحت اور تازگی کی بقا کی امید کی جاسکتی ہے؟ جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ یہی مثال کچھ چہرے کی خلیوں کا ضائع کرنا اور چہرے کی خدا داد رونق کی امید باندھنے کا۔

چہرے پر اُسترا چلانا گویا کہ مہلک جراثیم کیلئے
جسم کا بند دروازہ کھولنا ہے

مشاہدہ سے ثابت ہے کہ دماغی پرخواہ کتنی احتیاط سے اُسترا پھرایا جائے تو بھی چہرے کی نشیب و فراز میں ضرور کہیں چھڑا زخمی ہو کر خون رس کے نمودار ہوتا ہے، پس جراثیم کے داخلہ کے لیے جسم کے کسی حصے میں اتنی بھید اور

کا۔ جب ایڈز کی وائرس اپنی پرورش مکمل کر لیتا ہے۔ تب وہ مختلف موٹی ،
امراض کا سبب بن جاتا ہے۔ یہ ہے ایڈز کی وائرس کی مدت پرورش یہ ،
مدت ۲ اور ۴ سال کے ۱۲ سال تک ہو سکتا ہے یعنی جس دن یہ وائرس جسم
میں داخل ہوا ضروری نہیں کہ فوراً کسی بیماری کا مظاہرہ کرے بلکہ ممکن ہے کہ ۱۲ سال
کے بعد مہلک بیماری کا مظاہرہ کرے۔

البتہ جس دن سے کسی انسان کے جسم میں یہ وائرس پہنچا اسی دن
کے بعد اس مدت پرورش میں سبھی ایڈز کا وائرس کسی دوسرے انسان تک منتقلی
ہو سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایڈز کی وائرس نے ایک دبائی شکل اختیار
کی ہے کیونکہ ایڈز کی وائرس سے متاثر شدہ انسان اپنے آپ کو خود بھی سونپنا
صحت مند سمجھتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اسے صحت مند سمجھتے ہیں اس لیے
ذوہ خود پرہیز کرتا ہے اور نہ دوسرے لوگ اس سے اجتناب کرتے ہیں۔

**ایڈز نامی بیماری کسی صحت مند انسان
کو کون ذرائع سے لگتی ہے۔ !**

ایڈز بیماری لگنے اور پھیلنے کے ذرائع حسب ذیل ہیں :-

۱۔ مرد اور عورت میں سے جب کسی ایک کے جسم میں ایڈز کا وائرس
پہنچ چکا ہو اور دوسرا خواہ بالکل صحت مند ہو یعنی اس کا جسم اس موٹی وائرس
سے پاک اور محفوظ ہو، یہ دو انسان جب آپس میں ہم بستری یعنی جماع یا زنا
کر لے تو صحت مند فریق کے جسم میں بھی ایڈز کا وائرس پہنچ جاتا ہے۔
۲۔ مرد کا مرد سے بد فعلی لواطت سے ایڈز لگ جاتا ہے۔

۳۔ ایڈز وائرس جس کا انسان کے جسم میں پہنچا ہو۔ اس انسان کا خون جب
کسی صحت مند انسان کے خون سے ٹچ ہو جائے اور لگ جائے اس سے صحت مند
انسان کے جسم میں ایڈز کا وائرس داخل ہوتا ہے۔ خواہ خون کا یہ ملاوٹ اور
اتصال زیادہ ہو یا قدرہ بھر اس کا فرق نہیں مثلاً (الف) ہسپتال میں ڈاکٹر نے
کسی مریض کو ایسے شخص کا خون دیا جو بظاہر صحت مند تھا مگر اس کے جسم میں ،
ایڈز کا وائرس موجود تھا۔

(ب)۔ کسی ڈاکٹر وغیرہ نے کسی ایسے انسان کو انجکشن لگایا جس کے جسم میں

ایڈز کا وائرس موجود تھا اور پھر ڈاکٹر نے نہ تو سوئی (نیڈل) تبدیل کیا اور

نہ ہی اس کو سٹرلائز کیا یعنی ابلتے ہوئے پانی میں یا نچ منٹ تک نہیں اُبالا، بلکہ

دوسرے صحت مند انسان کو انجکشن کرنے میں وہی سوئی اینڈل استعمال کی۔
یا کسی تیز دھار آلہ سے کسی ایڈز زدہ بچے کا نٹھ کیا یا لٹکی کا ناک یا کان میں سوراخ
کیا یا اور کہیں اس کا جسم زخمی کیا اور پھر بغیر سٹرپلائز نہ کرتے اسی آلہ سے دوسرے
لڑکے کا نٹھ کیا۔ یا لٹکی کا کان یا ناک میں سوراخ کیا یا کہیں اور جگہ جسم میں زخم
کیا تو اس طرح بھی اس دوسرے صحت مند مریض، لڑکے اور لڑکی کے جسم میں
" ایڈز کی بیماری پھیل سکتی ہے۔

(ج) جب کوئی حجام کسی ایسے مرد کا شیو اور حجامت کرے یعنی دارطھی منڈا
جس کے جسم میں ایڈز کا وائرس موجود ہو اور شیو کرنے کے اس ایڈز
زدہ انسان کے چہرے میں کہیں سرسوزخ ہو گیا ہو جس کے خون پر بلیڈ گزر گیا ہو۔
چونکہ اس مریض کا وہ خون جس میں ایڈز کا وائرس ہے بلیڈ کے ساتھ لگا اور اس
مشین کے کنارے کے ساتھ بھی یہ خون لگا، جس میں بلیڈ فٹ کیا گیا ہے۔ اب
اگر حجام نے اسی بلیڈ اور مشین کے ساتھ کسی دوسرے تندرست انسان کا شیو
اور حجامت شروع کی اور اسی دوران اس کے چہرے پر سرسوزخ کے مقدار بھی زخم
ہوا تو اس شخص کے جسم کے اندر بلیڈ اور مشین کے کنارے چھلے ہوئے ایڈز کی وائرس

اسی زخم کی راہ سے داخل ہو جائیں گے اور یہ شخص بھی ایڈز کا شکار ہو جائے گا۔
عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر حجام ہر شیو کے لیے نیا بلیڈ استعمال کرے
تو ایڈز کے وائرس سے حفاظت ہو جائے گی مگر یہ بات درست نہیں ہے۔
جب تک حجام بلیڈ مبع اس آلہ جس میں بلیڈ رکھا جاتا ہے ان دونوں کو تبدیل نہ
کرے یا سٹرپلائز نہ کرے تب تک ایڈز کا خطرہ بدستور موجود ہے اس لئے
کہ مریض کا خون جس طرح بلیڈ کو لگا ہے۔ اسی طرح اس آلہ کو بھی خون ضرور لگتا ہے
جس میں بلیڈ فٹ کیا گیا ہے اور ایڈز پہلانے اور تندرست انسان کو تکلیف پہنچانے
کا بہت تشویش ناک ذریعہ ان حجاموں سے جن بھر لوگوں کا شیو کرنا ہے اور
عموماً شیو کرنے میں ضرور کہیں تھوڑا بہت زخم ہو ہی جاتا ہے۔ ایڈز کی ہدایت
خیزیاں صرف اسی فرد تک محدود نہیں جسے ایڈز لگ جاتا ہے۔ بلکہ اس کی بیوی کو
یہ مرض لگ جاتا ہے اس کے بعد اس عورت سے جتنے بچے پیدا ہوتے رہیں گے۔
ان کو ایڈز بیماری مادر زاد طور پر لگ چکی ہوتی ہے۔

ایڈز جن ذرائع سے نہیں پھیلتا۔

" ایڈز کے مریض کو اگر مجھ کاٹنے یا پسو وغیرہ اور پھر یہی پھر پسو وغیرہ

اور پھر یہی پتھر پتھر دینہ جب تندہ دست آدمی کو کاٹے تو اس سے اس تندہ دست آدمی کے جسم میں "ایڈز" کا وائرس داخل نہیں ہوتا ہے۔ نیز "ایڈز" کے مرض کی سانس، تھوک، پسینہ، بول و براز سے یا اس کے برتن میں کھانے پینے یا اس کے بسترے میں سونے یا ایک ساتھ اٹھنے بیٹھنے، مصافحہ یا معانقہ کرنے سے تندہ دست انسانوں کو ایڈز کا مرض نہیں لگتا ہے۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔

"ایڈز" کا علاج نہ تو حوالاً ممکن ہے اور نہ

آئندہ امید ہے

"ایڈز" کا مرض چونکہ لواطت اور زنا جیسے بھیانک بے حیائی اور فحشا کے پاداش میں ایک تہرہ ہی ہے جس نے انسانوں کو اسی فن میں چیلنج کیا جس میں ماہرین فن کو نواز تھا یعنی علاج معالجہ کا فن یا سائنسی ترقی کا دور مگر جلد ہی انسانوں کو اپنی بے بسی اور بے علمی کا اقرار کرنا پڑا۔

سائنسی ماہرین نے "ایڈز" کی علاج سے وائٹی بے بسی کا اعلان کر دیا

پچھلے دنوں بی بی سی، ریڈیو نے اپنی سائنس کلب میں "ایڈز" کے موضوع

پر ایک امریکی سائنسدان کا انٹرویو شائع کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سائنسدان اگر "ایڈز" کے وائرس کے خلاف کسی ٹیکے اور دوائی کے ایجاد میں بالقرن کامیاب بھی ہو جائے تو بھی یہ سعی لاجواب ہوگی۔ اس لیے کہ "ایڈز" کی وائرس میں قدرت نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ جسم کے مدافعتی نظام کو بڑی آسانی سے دھکے دے سکتی ہے۔ اس طرح گویا کہ وہ انسانوں کے بنائے ہوئے دوائیوں کے حملے کی وار بھی بڑی بہارت سے خطا کر سکتی ہے۔ امریکی ماہر نے بتایا کہ "ایڈز" کی وائرس بار بار اپنی شکل بدل سکتی ہے۔ اگر ان کی ایک شکل پر دوائی اثر انداز ہو کر مدافعتی نظام انہیں دیکھنا چاہے تو وہ ایسی شکل اختیار کر لیتی ہے جس کو مدافعتی فوج پہچانے میں ناکام ہوتی ہے۔ لہذا "ایڈز" کے خلاف کوئی تدبیر کارگر ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔

نوٹ:۔ امریکی ماہر کے انٹرویو کے الفاظ سائنسی اور اصطلاحی تھے میں نے سمجھانے کی غرض سے اپنے الفاظ میں اس کو پھیلا دیا ہاں اصل اور بنیادی مہم یہی تھا جو میں نے عرض کر دیا۔

حاصل بحث۔ مستون داڑھی آپ کی اور آپ کے اہل و عیال کی صحت کا محافظ ہے اسے جاموں کے استروں کے حوالہ کر کے آپ یقیناً نہ صرف اپنی

خودکشی کو دعوت دے رہے ہیں بلکہ اپنے نسل کو اپنے معصوم بچوں کو موت کے مزہ میں دھیکلنے کے درپے ہیں۔ "ایڈز" کے بارے میں تاہنوز سائنس دانوں کی تحقیقات کا نچوڑ اور خلاصہ یہ ہے چونکہ یہ مرض انسانیت میں تیزی سے پھیل رہی ہے کوئی ملک ایسا نہیں جہاں یہ مرض نہ پہنچی ہو۔ یہاں تک کہ نہ صرف پاکستان میں بلکہ قبائلی علاقے میں بھی آپہنچا ہے۔ شاید متحدہ امارات کے مسافریں کی وساطت سے ماہرین "ایڈز" کا کہنا ہے کہ ایڈز کی وائرس میں یہ استعداد ہے کہ اگر کنٹرول نہ ہوا تو ۲۵ سال کی مدت میں پوری نسل انسانی کو چاٹ کر ہرب کر سکتی ہے۔

"ایڈز" سے بچاؤ کا طریقہ

عالم اسباب کے تحت تو اس مرض سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان اسباب سے قطعی اجتناب کیا جائے جن سے بیماری پھیلتی ہے جس کا ذکر میں کر چکا ہوں یعنی شوہر زن پر اکتفا کرے اور زن شوہر پر، بالفاظ دیگر دونوں عمر بھر زنا سے اجتناب کریں، نیز مرد کا مرد سے بدغلی سے زندگی بھر اجتناب کرنا، حجاموں سے شیو وغیرہ نہ کرانے اگر کرنا چاہے تو ایسے ادارے سے جو ایڈز کی وائرس

سے یقیناً محفوظ ہو وغیرہ۔

اور "ایڈز" سے مجموعی انسانوں کے بچاؤ کا حقیقی سبب، لواطت اور زنا سے انسانیت کا اجتماعی توبہ ہی ہے۔

قصہ مختصر حالاً تو ماہرین کا یہی تحقیقات ہے جو آپ نے سن لئے نہ جانے آئندہ یہ مرض کیا شکل اختیار کرے گی اور سائنس دانوں کے تجربات اور تحقیقات کیا رخ اختیار کرے گی۔

مستون ڈاڑھی مردانہ قوت کیلئے صحابہ فطریہ

واضح رہے کہ فطرت نے انسانی جسم کے اندر مختلف غدیر (گھمٹیاں) رکھی ہے جو کہ جسمانی ضروریات کے پیش نظر وہ مختلف رطوبات خارج کرتی ہیں اور ہر ایک غدہ اپنی مخصوص رطوبت کے ذریعہ جسم کا ایک پورا نظام کنٹرول کر لیتی ہے۔ نیز قدرت نے ہر ایک غدہ میں اس مخصوص رطوبت کے اخراج کا ایک مخصوص اور محدود مقررہ رکھ دی ہے۔

وَإِنَّ مِنْ شَيْءٍ عِندَ اللَّهِ خَيْرًا وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ
وَإِنَّ مِنْ شَيْءٍ عِندَ اللَّهِ خَيْرًا وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ
خَيْرًا وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

بِقَدْرِ مَعْلُومِهِ (بخشش) کرتے ہیں۔

(پیک الحج، آیت ۲۱) (پیک سورۃ الحجر، آیت ۲۱)

مثلاً ایک غدہ ہے جو کہ ایک مخصوص رطوبت خارج کرتی ہے۔ جسے (انسولین) کہا جاتا ہے جب کوئی شکر، حلوہ وغیرہ میٹھا چیز کھالیتا ہے۔ تو مذکورہ غدہ انسولین خارج کر کے اس میٹھی چیز کو ہضم کر کے اسے خون میں شامل ہونے کا قابل بناتی، انسولین کے سوا میٹھی چیز کو معدہ ہضم نہیں کر سکتی ہے۔ جب کوئی انسان میٹھی چیزیں زیادہ مقدار میں بار بار کھاتا رہتا ہے تو آخر کار مذکورہ غدہ کا انسولین بنانے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد جب شکر خور کسی بھی میٹھی چیز کو کھالیتا ہے تو بدن کے اندر اسے ہضم ہو کر بدن کا جزو نہیں بن سکتا ہے بلکہ غیر ہضم شدہ چینی اور شکر جتنا کھالیتا ہے۔ وہ سب شربت کی شکل میں پیشاب کے ساتھ بہہ نکلتا رہتا ہے اور اس طرح انسانی بدن ایک اہم جزو اور عنصر یعنی میٹھا س سے محروم ہو کر ضعف اور کمزوری کا شکار ہو جاتا جب تک کہ مصیبتی انسولین کی بخشش تازہ نہ لگاتا رہے۔ پیشاب میں شکر کی شربت خارج ہونے کو (شوگر) کی بیماری کہا جاتا ہے۔

غلامہ انسولین کی رطوبت جسم میں اس لیے ختم ہوا کہ شکر خور انسان نے انسولین کو مٹھانا انداز میں خرچ کیا اور یہی کیفیت ہے جسم کے جلد محفوظ ذخیرہ لگا کر اگر اسے بے اعتدالی سے خرچ کرتا رہے تو انسان اسے قبل از وقت ختم کر بیٹھتا ہے، ایسا ہی اگر کسی جسمانی قوت کے خزانہ کو ستر اور معطل چھوڑ دے اور اس کو مطلوبہ مناسب مقدار میں بھی استعمال نہیں کرتا تو بھی انسان اس قوت کو کھو بیٹھتا ہے۔

ٹیسٹوسٹیرون رطوبت اور اس کی کارکردگی (خصیوں کا دھڑکاؤ) مرد کی جسم میں فطرت نے خصیوں کی غدود (گلکٹیاں) پیدا کی ہیں جس کی رطوبت کا مردانہ قوت اور مردانہ پن کی خصوصیات کو کنٹرول کرنے میں بہت اہم رول ہے یہاں تک کہ مرد کی داڑھی اور مچھیں بھی اسی رطوبت کا مردانہ منت ہیں چونکہ عورت کے جسم میں یہ رطوبت نہیں ہے اس لیے اس کے چہرے پر نہ تو داڑھی اور نہ مچھیں ہیں اور نہ مردانہ پن کی دیگر خصوصیات ہیں اور یہ بات بہت ہی قریب قیاس ہے کہ جو لوگ بار بار داڑھی منڈاتے ہیں ان کے جسم کی مذکورہ رطوبت (TESTO-STERONE) ٹیسٹوسٹیرون کا

اعتدال برقرار نہیں رہتا ہے اس لیے کہ دائرہ کی باول کے ساتھ اس رطوبت کا ایک خاص تعلق ہے۔ جیسے چولی دامن کا۔ مثال کے طور پر زمین میں کاشت کردہ وہ سبزہ زار جسے زمیندار بار بار بیخ سے کاٹتا ہے جیسے گندہ نا، یا ماشیں کا چاہے زمین جب اسے دوبارہ اگاتی ہے تو اس کے لیے نئے بھر پور کھاد کی ضرورت ہے کیوں کہ زمین اس پر از سر نو کافی مقدار میں قوت صرف کرتی ہے۔ بالکل یہی مثال دائرہ کی منڈانے اور اگنے پر چسپان کی جاسکتی ہے کہ دائرہ کی باول کے توازن بگڑنے کے ساتھ ساتھ دائرہ کی اگانے کی مذکورہ مخصوص نقطہ میں ہر وقت بے اعتدالی اور صرف بے جا کی سی کیفیت ہوتا ہے جس کے نتیجے میں مرد کی قوت مردانگی (سیکس) کا توازن بگڑ جاتا ہے اس لیے کہ مرد کی قوت مردانہ (سیکس) کو یہی ہارمون کنٹرول کرتا ہے جب اس ہارمون (سٹروٹیرون) میں ہر وقت کمی بیشی اور بے اعتدالی رہتی تو اس کے زیر کنٹرول قوت مردانگی میں لازمی طور پر بے اعتدالی رونما ہوگی اور اس عمل کے تسلسل سے آخر کار اسٹروٹیرون میں مستقل خلل واقع ہو سکتا ہے جس کا لازمی نتیجہ قوت مردانگی (سیکس) میں خلل واقع ہونے کی صورت میں نمودار نا ہے یعنی نامردی۔

عین ممکن ہے کہ عام طور پر جو مشہور ہے کہ دائرہ کی باول کا قوت مردانگی (سیکس) بہت زیادہ اور دائم ہوتا ہے، یہ ایک حقیقت ہو اور اس کا نتیجہ تو یہی ہو کہ دائرہ کی برکت سے ایسے لوگوں کے (سٹروٹیرون) میں ہمیشہ توازن اور اعتدال رہتا ہے جس کے نتیجے میں ان کی قوت مردانگی (سیکس) میں بھی اعتدال اور توازن رہتا ہے اور اعتدال ہی کسی بھی قوت کے استحکام اور دوام کا گویا دوسرا نام ہے۔

دائرہ کی بارے میں ڈاکٹر ڈاٹھری اور ماہر سائنس دانوں کی رائے

ایک ماہر اور نامی ڈاکٹر دائرہ کی منڈانے کی مضرات کا اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

’ دائرہ کی بار بار استعمال سے آنکھوں کی رگوں پر

اثر پڑتا ہے اور ان کی بنیادی کمزور ہوتی رہتی ہے۔‘

(مانعہ از۔ دائرہ کی قدر و قیمت صحت، تالیف علامہ عاشق الہی میٹھی)

ایک دوسرا ڈاکٹر دائرہ کی فوائد گنتے ہوئے لکھتا ہے

’ نیچی دائرہ کی مضر صحت جراثیم کو اپنے اندر بچھا کر حلق اور سینے

تک پہنچنے سے روک لیتی ہے۔“

(حوالہ مذکور)

ایک اور ماہر جنیٹات ڈاکٹر تو یہاں تک لکھتا ہے۔

اگر سات نسلوں تک مردوں میں داڑھی منڈانے کی عادت

قائم رہی تو اٹھویں نسل بے داڑھی کے پیدا ہوگی اور اس کا مطلب

یہ ہے کہ ہر نسل میں مادہ منویہ کم ہوتے ہوتے اٹھویں نسل میں مفقود

ہو جائے گا۔“ (حوالہ مذکور)

داڑھی منڈانے والوں کے منبر پر تو امریکن ڈاکٹر چارلس ہومر کی تخریر ایک

طمانچہ ہے۔ ماہر سائنسدان چارلس ہومر کی یہ تخریر آج سے نصف صدی پہلے

شائع ہوئی تھی اور اس کا بلغظ ترجمہ حسب ذیل ہے۔

”ایک مضمون نگار نے داڑھی منڈانے کے لیے برقی سوئیاں ایجاد

کرنے کی مجھ سے فرمائش کی ہے۔ تاکہ وہ تمام وقت جو داڑھی منڈانے

کی نذر ہوتا ہے بچ جائے۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا آخر داڑھی کے نام سے

لوگوں کو لڑنے کیوں چڑھتا ہے۔ لوگ جب اپنی سروں پر بال رکھتے ہیں

تو پھر چہرہ پر ان کے رکھنے میں کیا عیب ہے۔ کسی کے سر پر سے

اگر کسی جگہ کے بال اٹ جائیں تو اسے اس گنچ کے انہار سے شرم

آیا کرتی ہے۔ لیکن یہ عجیب تماثر ہے کہ اپنے پورے چہرے کو وہ

خود خوشی سے گنجا کر لیتے ہیں اور اپنے کو داڑھی سے محروم کرتے

ذرا نہیں شرماتے جو کہ مرد ہونے کی سب سے زیادہ واضح علامت

ہے۔ داڑھی اور مچھیں انسان کے چہرے کو مردانہ قوت، استحکام

سیرت، کمال فردیت اور علامات امتیاز بخشتی ہیں اور اس کا بقا و

تحفظ بھی دلیری کی بنا پر ہوتا ہے۔ یہی تھوڑے سے بال میں جو مرد

کو زنانہ صفات سے ممتاز بناتے ہیں۔ عورتیں اپنے دلوں میں داڑھی

اور مچھوں کی بڑی قدر رکھتی ہیں اور باطن میں بے ریش مردوں کی نسبت

باریش و بروت مردوں کی زیادہ دل دادہ ہوتی ہیں۔ بظاہر تو ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ ان کو داڑھی اور مچھیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ لیکن اس کا

سبب صرف یہ ہے کہ وہ فینش کی غلام اور رواج کی ماتحت ہو کر گئی

ہیں اور بد قسمتی سے آج کل داڑھی اور مچھیں فینش کی بارگاہ سے مردوں

ہو چکی ہیں۔ نمکھنوں اور منہ کے سامنے تھوڑے سے بالوں کی موجودگی
ایک اچھی چھلنی کا کام دیتی ہے اور مضرت رساں خاک مٹی اور بہت
سے جراثیم ناک یا منہ میں نہیں جانے پاتے لمبی اور گھنی داڑھی گلے کو
سردی کے اثرات سے بچانے رکھتی ہے،

آپ نے دیکھا کہ ڈاکٹر جو مرد داڑھی مندھانے کو چہرے کا گنج اور داڑھی رکھنے
کو مردانہ امتیازات، اور قوتوں کی تحفظ اور بقا کا ضامن ٹھہراتا ہے، نیز جینی
عورتوں کے لیے یہی خصوصیت دل دادگی کا فطری سبب کے سوا یہی تھوڑے
سے بال مختلف امراض نزلہ و زکام سے بچانے کے لیے فطرتی ڈھال قرار دیتے
ہیں۔

ڈاکٹر جو مراگے جا کر لکھتے ہیں:-

”داڑھی اور موچھیں دنیا میں پھر واپس آ رہی ہیں اور انہی کے
ساتھ وہ فوقیت بھی واپس آئے گی جو قدرت نے مرد کو عورت
پر دی ہے۔ کسی داڑھی رکھنے والے مرد نے کبھی عورت نہیں
پھوڑی تھی۔ داڑھی والا انسان اپنی داڑھی کی ہمیشہ لاج رکھا

کرتا تھا، اس میں ایک آن ہوتی ہے جو مرد کی شان کو شایان
ہے۔ آخر ایک پورے نوجوان مرد کی یہ تمنا ہو کہ اس کا چہرہ بچوں
کا سا نظر آئے۔ خدا نے داڑھی اور موچھیں اسی لیے بنائی تھیں کہ
ان سے مردوں کے چہرے کی زینت ہو۔ جو لوگ داڑھی کا مذاق
اور مخول اڑاتے ہیں وہ حضرات یسوع مسیح علیہ السلام کا مذاق اور مخول
اڑاتے ہیں۔ اس لیے کہ مسیح علیہ السلام داڑھی رکھتے تھے۔“

(حوالہ مذکور)

دیکھا آپ نے ایک عیسائی سکالر اور سائنسدان اپنی سائینسی اور
مذہبی تحقیقات کی روشنی میں اپنے مختصر الفاظ میں کتنے عبرت انگیز اشارات کر
گئے وہ بڑی معنی خیز انداز میں سوال کرتا ہے کہ آخر کار ایک نوجوان مرد پر کیا بائبل
ہے کہ اپنے چہرے کو لوگوں کے سامنے ایک لڑکے کا معصوم چہرہ پیش کرنا چاہتا
ہے۔ اور داڑھی کا مذاق عیسائی علیہ السلام کا مذاق ٹھہراتا ہے۔

کاشش ایک مسلمان مرد کے لیے اپنے آپ کو عورت نمائی سے شرم دیا
آتی اور اپنے پیغمبر علیہ السلام کی پیروی میں فخر محسوس کرتا۔

میں عقابیت اور بازیہ آجائے گی مگر وقت گزرنے کے ساتھ شاہین تے
کتے کی طبیعت اپنائی رنگ اور صورت اور نام تو شاہین کا تھا مگر ریت اخلاق
و عادات کے لحاظ سے سو فیصد کو بنا۔ کسی شاعر نے اس پر فوسوں کرتے ہوئے
فرمایا :-

ت ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلندر پر دازی

خراب کر گئے شاہین بچے کو صحبت زاغ

فطرت کے بقار اشیا و انواع کے اس عالمگیر قانون پر کہہ ارض پر آباد نسل آدم
علیہ السلام کا بلا استثنا عمل بھی اس دعویٰ کی ثبوت کے لیے ناقابل انکار حجت ہے۔

اقوام عالم کا امتیازی یونیفارم اور نشان پہچان

اقوام عالم کو دیکھئے ہر ایک قوم ہر ایک ملک اور ایک مذہب کا ایک

امتیازی نشان ہوتا ہے جو اس ملک قوم، مذہب اور پارٹی کو دوسروں سے ممتاز
کرتا ہے۔ اس امتیازی قومی نشان کا رسم و رواج اور بین الاقوامی قوانین کی رو سے
بے حرمتی پسندی قوم اور ملک کی بھیمنتی تصور کی جاتی ہے۔ اس کی توہین و تحقیر ملک و قوم
کی توہین و تحقیر سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی ملک اور قوم کسی دوسرے ملک اور قوم کی

امتیازی نشان اور جھنڈے کی توہین اور تحقیر کرتا ہے تو بسا اوقات یہی
الفاظ معمولی حرکت اعلان جنگ سمجھی جاتی ہے جس کے نتیجے میں کشت و خون کا بازار
گرم ہو سکتا ہے۔ نیز اندرون ملک کسی ملکی باشندے کا ملکی اور قومی نشان کے
ساتھ توہین آمیز برتاؤ کرنا ملک اور حکومت سے بغاوت سمجھی جاتی ہے۔ ایسے
قور کے خلاف ملکی کارندے اور قوانین حرکت میں آجاتی ہیں۔ اس کی پکڑ دھکڑ
شروع ہوتی ہے حتیٰ کہ اس کے خلاف ملک سے بغاوت تک کے مقدمات
قائم کئے جاسکتے ہیں۔

آج اس مادر پدر آزاد، آزادی، لبرل ازم اور وسعت نظر کی دور میں
بھی نہ توہین الاقوامی قوانین کی رو سے اور نہ ہی ملکی قوانین کے زاویہ نگاہ سے
مذکورہ تحریری اقدامات اور مقدمات اور بغاوت کے الزامات، عدالت
جہوں کے فتوے کو تنگ نظری کے طعنے دیئے جاتے ہیں اور نہ ہی اسے فرسودہ
ذہنیت قرار دی جاتی ہے اور نہ ہی ایسا کرنا بنیادی حقوق کی خلاف ورزی سمجھی
جاتی ہے، یہاں تک کہ دین جمہوریت میں مذہب، اللہ تعالیٰ اور پیغمبران خدا کے
مخلاف توہین آمیز کردار کی کھلی چھٹی ہے مگر قومی اور ملکی پرچم کی توہین قابل گرفت

جرم ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے کہ یہ پرچم قومی تشخص اور عظمت کی تحفظ کا ضامن تصور کیا جاتا ہے۔

ایک ملک کے اندر مختلف اداروں کی

امتیازی تشخص کے اہمیت۔

ہر سلطنت اور حکومت کے مختلف اداروں کی پہچان کی اہمیت کے پیش نظر ان کے متعلق افراد کے لیے حکومتی سطح پر مصنوعی امتیازی نشان (ایڈنٹیفیکیشن) لازم قرار دیا جاتا ہے۔ مثلاً بری فوج کا یونیفارم الگ ہے بحری کا الگ اور فضائی فوج کا اور ہے، پولیس کا جدا، ریلوے ملازمین کا الگ، ڈاکخانے کا اور ہے۔ سکاؤٹس کا جدا ہے اور نیویز کا اور غرض ادنیٰ سے ادنیٰ شعبے کا امتیازی نشان نظر انداز نہیں کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ افسروں کے آپس کے گریڈ اور درجہ بندی کے امتیازی نشانات تک کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اس امتیازی یونیفارم پر یہاں تک سختی سے پابندی کرائی جاتی ہے کہ ڈریوٹی ادا کرتے وقت اگر کوئی ملازم بغیر یونیفارم کے پایا جائے تو وہ مستوجب سزا قرار پاتا ہے۔ نیز اگر کوئی عیوض کاری آدمی، یا دوسرے شعبے کا آدمی کسی اور شعبے کا

یونیفارم پہن کر پکڑا جائے تو بھی مستحق سزا ٹھہرتا ہے۔ مگر کوئی نہ اسے، ملک نظری سے تعبیر کرتا ہے اور نہ دقیانوسی ذہن سے؛ کہ وہ ارض کے اقوام عالم کا یہ فطری اتفاق بھی، فطرت کے مذکورہ اصول بقائے قومیت اور تشخص کا ایک اہم دلیل ہے۔

فلسفہ مجدد و جہد للبقاء۔ سٹرگل فار لائف

ڈارون نے فلسفہ جہد و جہد للبقا کا اصول، فطرت کی اسی اصول سے اخذ کیا ہے کہ کسی چیز کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ اس چیز میں اپنی امتیازی تشخص کی حفاظت کی استعداد اور صلاحیت ہو، ورنہ وہ اپنی مخصوص زندگی اور وجود برقرار نہیں رکھ سکے گی اور آخر کار وہ مٹ کر فنا ہو جائے گی۔ مثلاً مہر ماحول کی نشا سے فطرت نے حیوانات کو جسم، شکل و صورت رنگ و نو و عطا کی ہے۔ باغ اور پھولوں کے اندر تفتیلوں کو دیکھو یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا کہ اڑنے والا کوئی ننھا سا پھول ہے۔ سبزہ زاروں میں زندگی بسر کرنے والے حیوانات کا رنگ سبزہ سے جب امتیاز ہو سکتا ہے جب حرکت کریں دشت اور بیابان کے پرندے اور چرندے مور مارا اگر ساکن ہو تو پاس کھڑا ہونے سے پتھروں، سنگریزوں، مٹی

اور خود رو نبات سے ان کا امتیاز تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے، سمندوں میں زندگی گزارنے والے پرندے اور حیوانات کا بیرونی چہرہ واٹر پروف ہوتا ہے ان کے پائوں کے پنجے اور کھانے کی چونچ بری حیوانات سے مختلف ہیں، درختوں پر بیٹھنے والے پرندوں اور زمین پر راست گزارنے والے پرندوں کے پنجے مختلف ہوتے ہیں۔ انہیں امتیازی خصوصیات میں ان کی بقا کا راز ہے، کتنے دشمنوں کی آنکھوں سے ماحول کی ہم رنگی کے سبب محفوظ رہتے ہیں۔

اگر ان حیوانات نے اپنے مخصوص تشخص اور یونیفارم کو ترک کر کے کسی اور ماحول والوں کی رنگ اور شکل میں ڈھل گئے تو ڈارون کے فلسفہ کی رو سے یہ جیلا صالح للبقا نہیں ہے یا اس میں جدوجہد بقا کی صلاحیت نہیں ہے لہذا یہ اپنی مخصوص وجود برقرار نہیں رکھ سکے گا یا تو دشمنوں کے لیے ہضم تر بن جائے یا کسی اور نوع میں صدم ہو کر کالعدم ہو جائیں گے۔

پس ثابت ہوا کہ کائنات کے مختلف اجناس، انواع اور اقوام کی بقا کے لیے ہر ایک کی امتیازی خصوصیات اور یونیفارم کی بقا اور تحفظ کو فطرت نے شرط اقل کا درجہ دیا ہے۔

چونکہ مسلمان ایک الگ قوم ہے۔ اقوام عالم سے ان کی امتیازی خصوصیات اور یونیفارم کو شریعت اسلامی نے کسی مصنوعی اور خارجی چیز کو مقرر نہیں کیا بلکہ کسی ایک خلق خدا اور خدا داد چیزوں کو متعین فرمایا ہے مثلاً دارطھی طربصا، مچھیں کترانا سر کے بالوں کے درمیان سیدھی فرق نکالنا، ناخن کترانا، مسواک کرنا اور غنتہ کرنا بغل صاف کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا، جوڑوں پر میل کیل نہ بھونچنا ناظرہ ان سب میں سے اہم اور اعم اور دور سے دکھائی دینے والی علامت اور امتیازی نشان دارطھی رکھنا اور مچھیں کترانا ہیں۔ جس چہرے پر اسلامی قومیت کے یہ دو نشانات نہ ہو وہ عیسائی، انگریز، ہندو، مشرک دھرتیے وغیرہ کا چہرہ تو ہو سکتا ہے۔ لیکن اسے مسلمان چہرہ کا نام دینا زیب نہیں دیتا ہے اور نہ ہی کوئی ان جان مسلمان اس کو پہچان سکتا ہے کہ یہ شخص بھی میرا ہم مذہب اور ہم عقیدہ ہے۔

ہندوستان بھی مسلمان اور سکھ کو مہضم نہ کر سکا

علامتہ حسین احمد مدنی لکھتے ہیں کہ ”ہندوستان میں بے شمار غیر ہندو مذہب

کے لوگ آج بے سگر چونکہ انہوں نے اپنی مذہبی شعار، قومی یونیفارم اور کلچر کی پابندی

نہیں کی آج وہ سب ہندو معاشرہ میں ایسے جذب ہو گئے کہ ان کے جداگانہ تشخص اور قومیت کی نام و نشان تک نہیں۔۔۔

مگر اسی ہندوستان میں مسلمان، سکھ تو ہزاروں سالوں سے اور انگریزوں سے آئے، انہیں اقوام کو اگر ہندوستان ٹھہر نہ کر سکا تو محض ان کے مذہبی یا قومی یونیفارم کی برکت سے۔

سکھوں کو تو بجا طور پر فخر کرنا چاہیے کہ انہوں نے رہتی دنیا پر اپنی مذہبی راج کاسکے سنوالید۔ چونکہ ان کے مذہب میں جسم کا کوئی بال کٹانا منع ہے اور گڑھی باندھی بھی مذہبی شعار ہے۔ سکھ لوجوانوں نے، ہندوستان تو کیا لندن میں بھی نہ صرف اپنی مذہبی شعرا اور نشانیاں قائم رکھی بلکہ لندن کے اندر انگریز قوانین کو مات دی اور اپنی مذہبی یونیفارم پگڑھی باندھنا اور مال نہ کٹانے کو فوج دلا دی۔

لندن کے تعلیمی اداروں میں پگڑھی پر پابندی اور
سکھ طالب علموں کا رطلہ

ماضی میں یہ بحث اخبارات کی زینت بنی تھی کہ لندن کی تعلیمی اداروں میں پگڑھی پر پابندی لگادی گئی تھی کہ کوئی سٹوڈنٹ پگڑھی سر پہ باندھ کر تعلیمی ادارے

میں نہ ہائیں۔ بظاہر تو انگریز قوم غیر اقوام کے یونیفارم وغیرہ مذہبی نشانیوں کو اور اولڈ فیشن "یعنی غیر ترقی یافتہ فیشن کا بہانہ اور دلیل بنا تا ہے گویا کہ ایسے فیشن رکھنے والوں سے انگریز جہدوی کرنا چاہتا ہے۔ مگر ان کی باطنی جرات اور دشمنی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہر ایک قوم کو اپنا تابع اور خوش چین دیکھنا چاہتا ہے، کیونکہ وہ اپنی ہر ادا اور شکل کو جدید اور ترقی یافتہ بنا تا ہے اور ان کے پیروکاری اور تابع داری کے سوا ہر چیز کو اولڈ فیشن اور پس ماندگی کی نشانی قرار دیتا ہے۔ حالانکہ انگریز قوم آج بھی جن دقیانوسی رسم و رواج میں مبتلا ہے شاید کوئی اور قوم نہ ہو۔ مثلاً شاہ پرستی کو لپیٹے۔ آج بھی سال کے مخصوص دن میں جلد شاہی خاندان شاہی بالکونی سے علوم کو دیدار عام کرتے ہیں جس کے لیے علوم ترستے ہیں۔ یہی کوٹ پتلون ان کی غربت اور کارخانوں میں مزدوری کی یادگار ہے اور ٹائی ان کے اولڈ فیشن یعنی قدیم ترین مذہبی صلیب عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دینے کی یادگار ہے۔

قصہ مختصر پگڑھی باندھنے والوں کا ان کی قومی اور مذہبی یونیفارم انگریزوں کی آنکھ کا لاشنا بنا تھا۔ مگر تب کہ سٹوڈنٹس نے اپنی استقامت اور مخصوص فولادی مزاج

سے اس قانون کو پاش پاش کی یعنی انگریز اس قانون کو واپس لینے پر مجبور ہوا۔ نیز اندھا گاندھی نے اپنی وزارتِ عظمیٰ میں جب ہندو افواج کو سکھوں کے دو گولڈن ٹیمپل، سنہری گوردوارہ کے مذہبی تقدس کو پامال کیا تو اس کا بدل لینے کے لیے شیر دل سکھوں نے اندھا گاندھی کو دین دھاڑے گولیوں سے پھیلنی کر دیا، سکھوں کی اس تاریخی جرات کا نتیجہ ہی سمجھ لینا چاہیے کہ شاید آئندہ کبھی بھی نہرو خاندان ہندوستان کے وزارتِ عظمیٰ کے منصب پر فائز نہیں ہو سکے گا۔

انگریز اگرچہ سرد ترین ملک کا باشندہ ہے مگر ہندوستان کی سخت ترین گرمیوں میں بھی اس نے انگریزی لباس، کوٹ، پتلون، بند گلہ اور طاقی پاقل میں موڈے یا حراب پہنا ہرگز نہیں چھوڑا۔

اگرچہ آفسس کے ساتھ کہنا پڑے گا کہ مسلمان نوجوانوں نے اپنی مذہبی اور قومی اہم ترین شعارا اور یونیفارم ضائع کر دی۔ مثلاً مسنون داڑھی اور موچھیر سدروں پر مسنون حلیہ اور لباس مسلمان کی اس کمزوری نے ہندوؤں کو اس پر دلیر کیا کہ انہوں نے اس باندھ لی کہ مسلمان کو ہندو قوم میں ضم کرنا اور مضم کرنا اتنا دشوار نہیں جتنا کہ سکھ قوم ہے۔ چنانچہ ہندو قوم نے زیر زمین منظم اور متفقہ پالیسی اپنائی ہے کہ مسلمانوں

کے جدا گانہ تشخص کو ختم کر کے ہندو قوم میں مضم کرنے کا وقت آپہنچا ہے۔ یہ بھی ہندو کو علم ہے کہ مسلمان اسلام کے مذہبی یونیفارم کو عام طور پر پہلے ہی خیر باد کہہ چکا ہے اور اسلامی اعمال، نماز، روزہ، زکوٰۃ کی ادائیگی برائے نام ہے۔ زنا، شراب نوشی اور سود کا تو اسلامی ممالک میں کون پوجتا ہے، ہندوستان میں مسلمان قوم کی بقا، اذان، نماز جمعہ، عربی میں خطبہ اور عیدین کے اجتماعات کامرہون منت ہے۔ لہذا ان مقامات کو مشاد و جہاں مذکورہ اسلامی نشانات ادا کئے جاتے ہیں یعنی مساجد کو صفحہ ہند سے مٹا دو۔ جس کی ابتدا لہر پانچ سو سالہ تاریخی بابر مسجد سے کی گئی کیونکہ یہ مسجد مسلمانوں کے لیے صرف قومی علامت نہ تھی بلکہ ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے عروج کی علامت بھی تھی۔ بابر مسجد کی شہادت کے منگاموں میں ہندوستان بھر میں ہزاروں مسجدیں اور بھی شہید کی گئی جس کا تو کوئی ذکر نہیں کرتا۔ مزید کئی اہم تاریخی مساجد بھی ہندوؤں نے گرانے دہشید کرنے، کی لٹ میں شامل کی ہیں۔ جن میں دھلی کی تاریخی جامع مسجد بھی ہے۔ خلاصہً بحث۔

سکھوں نے اپنی مذہبی شعرا یونیفارم۔ بال نہ کٹوانا۔ پگڑھی باندھنا، جرات مریخی اور استقامت سے اپناتے رکھا، ان کا قومی وجود آج بھی محفوظ ہے۔ اور آئندہ

یعنی محفوظ دیکھائی دیتا ہے۔ سکھوں کی مذہبی یونین فارم کی عزت اور اہمیت کا نتیجہ ہے کہ ہندو راجتی دنیا تک ان کے مذہبی مقدس مقامات کو ترجیحی نگاہ سے دیکھنے کا سوچ بھی نہیں سکے گا، حالانکہ سکھ ہندوستان میں تعداد کے لحاظ سے اکثر اقلیت ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت نے اپنے مذہبی شعراء، یونین فارم یعنی مسنونہ واطھی اور مچھیں رکھنے میں ننانوے کا مظاہرہ کیا۔ ہندوستان میں ان کی قومیت کی بقا اور مساجد کی مرہونِ منت ہے جس میں کم انکم جمعہ اور عید کے اجتماعات میں ہر مسلمان شرکت کرتا ہے۔ خلاصہً اگر مساجد کا یہی حشر رہا تو مسلمان کے تشخص اور بقا کا مستقبل غیر یقینی نظر آتا ہے۔

حالانکہ ہندوستان میں عظیم ترین تعداد کسی اقلیت کا اگر ہے تو وہ مسلمانوں کا ہے۔ آج کل ان کی تعداد ۱۳ کروڑ تک جا پہنچا ہے۔

خلاصہ کلام :-

کسی قوم کی بقا اور تشخص کا راز اس قوم کی امتیازی شخصیات اور علامتوں میں ہی مضمر ہے۔ جس قوم نے اپنی قومی شناخت کھودی اسنے اپنی قومیت کھودی

فطرت کے اصول شریعت اور وارطھی

اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمتوں میں سے ایک رحمت یہ ہے کہ انسانوں کی رہنمائی فلاح و بہبود کے لیے انسانوں میں سے پیغمبر اور رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام جن لائے اور ان پر اپنی طرف سے وحی جلی اور وحی خفی بھیجا تاکہ لوگوں کو ان کی زبان میں وہ اعمال و عقائد سنائے جن کے کرنے پر یا نہ کرنے سے ان کا رب خوش اور راضی ہوتا ہے۔ یا ناخوش اور ناراض ہو جاتا۔ نیز پیغمبر کی ذمہ داری ہوتی کہ اپنی زندگی اپنی صورت اور سیرت میں لوگوں کو وہ تمام اعمال دیکھائے جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور امت کو انبیاء علیہم السلام کی دست سے یہ تعلیم اس لیے دلائی جاتی ہے تاکہ امت انبیاء کی تعلیمات کی نقل کرے ان کی اطاعت اور پیروی کرے۔

اور ہم نے کبھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اللہ کے حکم سے اس کی تابعداری کی جائے (پارہ ۵)

قَوْلُهُ تَعَالَى وَمَا

أَرْسَلْنَا مِنْ رُسُلٍ إِلَّا

لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ط

(پہ النساء آیت ۲۴)

(النساء آیت ۶۳)

حضور علیہ السلام کسی بھی معاملے کے بارے میں جو فیصلہ صادر فرمادیں اس کی اطاعت امت پر لازم ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کا فرمان اللہ تعالیٰ کا فرمان اور فیصلہ ہوتا ہے۔ اگر آپ کی پیروی لازم نہ ہوتی تو آپ کی بعثت کا کیا حاصل؟

قوله تعالى مَا آتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

باز رہو۔

(پک، الحشر، آیت ۲۱) (پک، الحشر، آیت ۲۲)

رسول خدا کی حیثیت سے پیغمبر کی ہر بات اللہ تعالیٰ کے حکم اور وحی سے ہوتی ہے جس میں پیغمبر کی انسانی اور فانی پسند اور ناپسند کی کوئی دخل نہیں ہوتی ہے۔

قوله تعالى وَمَا يَنْطِقُ عَنْ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ عَلَّمَهَا شَيْدٌ آتَىٰ هَـٔ، بڑے طاقتور (جبرائیل) نے القویٰ (پک، الحج، آیت ۲)۔ اسے سکھایا ہے۔ (النجم)۔

ایک شاعر نے اس آیت کا مفہوم بڑے پلیدے انداز میں بیان کیا ہے۔
سے مصطلح ہرگز نکفتی تا نکفتی جبرائیل

جبرائیل ہم نکفتی تا نکفتی کر دگا

چونکہ فرمان رسول خدا ہے۔ لہذا اس کی تعمیل کرنے کے سوا کسی کلمہ گو کے لیے کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا ہے۔

قوله تعالى وَمَا كَانَ لِلْمُؤْمِنِينَ مِنْ مَرَدٍ أَوْ عَدُوٍّ كَامٍ نَبِيٍّ كَمَا كَانَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا الْمُؤْمِنَاتِ إِذَا جَاءَ اللَّهُ بِرَسُولٍ كَمَا كَانَ لِلْمُؤْمِنِينَ قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمْ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ

اور کسی مؤمن مرد یا عورت کا کام نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی کام متعین فرمائے اور مقرر کرے اس کے بعد ان کو اپنے کام کا اختیار کرنے یا نہ کرنے کا باقی رہے۔ یعنی کسی کو یہ اختیار نہیں رہتا ہے۔

(پک، الاحزاب، آیت ۳۶) (پک، احزاب)

رسول خدا کی پیروی سے سر تابی کرنے والے کو بہت بھیانک نتائج سے دوچار ہونے سے ہر وقت ڈرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ درحقیقت اللہ کی نافرمانی ہے۔
قوله تعالى فَلْيَحْذَرِ لِقَاءَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ

الَّذِينَ يَخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِمْ حُكْمَ كِي مَخَالَفَتِ كَرْتِي هِي۔ اِي هِي اِس ۛ
 اَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ فَرْنَا چا پيسے كِه اِن پَر كُو تِي سَخْتِ اَسْتِ
 يُصِيبُهُمْ مَعَذَابٌ اَلِيْسُوهُ اَتِي يَان پَر كُو تِي دَر وَاك عَذَابٌ نَّازِلٌ بِحَقِّ
 (پٲ، النور آيت ۶۳) (پٲ، النور آيت ۶۳)۔

مذكورہ آيات كَر ميسر اور اِن سِي اخذ شدہ حسب ذيل سناج دا طرھي
 كِي سئلے كو سمجھنے كِي ليے بطور ايك بنياد اور مقدمہ كِي درج كِي گئیں۔ اخذ
 شدہ سناج يہ ہيں۔

بئرا۔ پہلي آيت نے واضح كَر ديا كِه اللہ تَعَالَى نے پيغمبروں كو بھيجا ہی اِس ليے
 ہيے۔ كِه لوگ اِن كِي ہر قول و فعل كِي اطاعت اور پيروي كَریں اَبجَر خصوصيات
 انبياء كِي۔

بئرا: دسري سِي ثابت ہوا كِه پيغمبر خدا كو چھو كچھ حُكْم دسے۔ اِس پَر عمل كَر واور
 اِسِي پَر قناعت كَر واور جس چيز سِي منع كَرے اِس سِي مُرَك جَاؤ۔

بئرا ۱۳ تيسري آيت نے واضح كَر ديا كِه پيغمبر جو بات كَر تاہے وہ اپني خواہش سِي
 ہيں كَر تاہے بلكہ وہ اللہ تَعَالَى كِي حِي ہی ہوتی ہيے۔

بئرا: چوتھی نے واضح كَر ديا كِه پيغمبر كسي بھی چيز كِي متعلق موجب واضح حُكْم دسے۔
 اِس كِي بعد اِس سِي مِيں مَخَالَفَتِ كِي اختيار كِي اِي اِنذار مرد اور عورت كِي ليے
 باقی ہيں رہتا۔

بئرا ۵۔ پانچويں آيت ميں مَخَالَفَتِ كَرنے والوں پَر دنيا وى مَھتیبين يا اُخروي عذاب
 نازل ہونے كِي واضح دھمكى دِي گئی ہيں۔

وا طرھي كِي بارے ميں حضور عليه السلام كافي مان۔

عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ حَضْرَتِ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ عَنِ اصْبَاحِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ
 عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا حَضْرَةُ عَلَيْهِ السَّلَامُ سِي رَايْتِ كَرْتِي
 قَالَ: خَالَفُوا الْمُشْرِكِينَ وَ هِيں كِه آپ نے فرمایا دُو مشركين كِي مَخَالَفَتِ
 وَ قَوْمِ وَاللَّحْيِ وَ اَحْفُوا الشُّوَابَ كَر واور طرھيوں كو بٹھاؤ اور مَرَجَبِي كِي كَر واور
 وَ عَنهُ اَيضًا قَالَ رَسُولُ نِي رَا پَسِي رَوَاہے كِه حضور نے فرمایا كِه اَبجَر مَرَجَبِي كِي

اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْر واور طرھياں بٹھاؤ، (دو نول حديثوں
 اَنَّهُمْ كَرُوا الشُّوَابَ وَ اَعْقُوا نَجَارِي شَرِيْفِ نے رَايْتِ كِي ہيے،
 اللَّحْيِ، (رواھا البخاري، بحوالہ فتح الباري ص ۳۲۸ ج ۱۰ اور

فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۲۳ بحوالہ اللباس والزینة فی الشریعة
اللباس والزینة فی الشریعة الاسلامیة ص ۱۲۳ تالیف الکتور
محمد عبدالعزیز عمرو

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ وَفِرُوا بِاللَّحْيِ وَأُحْفُوا الشَّوَابِ، وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذْ أَحْبَبَ أَنْ يَأْتِيَ بِبَعْضِ عَلَى الْحَيْتِ، فَمَا فَضَلَ أَخْذَهُ،

(بخاری، مسلم، احمد، بحوالہ اللباس والزینة فی الشریعة الاسلامیة تالیف الکتور محمد عبدالعزیز عمرو)

محمد عبدالعزیز عمرو ص ۱۲۳ - ص ۱۲۴

أَخْبَرَنَا الْحَارِثُ بْنُ عَارِثِ بْنِ أَبِي اسَامَةَ نَعَى بِيحْيَى بْنِ كَثِيرٍ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ مِيحْيَى سَعَةَ نَقَلَ كَيْفَ بَعَثَ فِي نَفْسِهِ كَثِيرٌ قَالَ: إِنِّي رَجُلٌ قَوْمٌ (إيران) كَأَيْكَ شَخْصٌ حَضَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْعَجَمِ وَقَدْ وَفَّرَ فِي خِدْمَتِهِ حَاضِرٌ مَوْجِبٌ نَعَى مَوْجِبِينَ شَارِبَهُ وَجَبَّحِيَّتَهُ، بَطْحَانِي مَوْجِبِينَ تَهْنِئَةً وَدَاطِصِي كَتْرَاوَدِي فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْسَ حَيْزُكَ تَجِبُ إِلَيْكَ نَعَى بِيحْيَى كَيْسَ كَيْسَ؟ وَمَا حَمَلَكَ عَلَى هَذَا فَقَالَ: اسْمُ أَبِي كَيْسَ كَيْسَ رُبَّ مِيرَا (بادشاہ) إِنَّ رَبِّي أَمَرَ فِي لَهَذَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ لَكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ لَكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ لَكُمْ

أَمَرَ بِي أَنْ أُوْفِرَ لِحَيْتِي وَأُحْفِي شَارِبِي، (موجبیں کتر وائل) (اللباس والزینة فی الشریعة الاسلامیة)

تشریح

بخاری شریف، مسلم شریف اور دیگر متعدد مستند کتب احادیث میں
 کئی صحیح احادیث میں داڑھی بڑھانے کا حکم اور آمد صراحت کے ساتھ دیا گیا
 ہے۔ ”أَوْفِرُوا اللِّحْيَةَ، دُوِّفِرُوا اللِّحْيَةَ، دُوِّ وَأَعْفُوا اللِّحْيَةَ“ اور
 ”وَأَوْفِرُوا اللِّحْيَةَ، يَا مَعْشَرَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ أَمَرَ بِأَنْ أَوْفِرَ لِحْيَتِي“۔
 اللہ تعالیٰ نے مجھے امر کیا ہے کہ میں داڑھی بڑھائے رکھوں۔

مذکورہ احادیث میں وارد شدہ ”أَمَرَ“ کے صیغوں

کی مزید وضاحت

پچھلی احادیث میں حضور علیہ السلام نے داڑھی بڑھانے کا جو ”أَمَرَ“
 دیا ہے۔ ان میں ایک لفظ ”وَأَعْفُوا اللِّحْيَةَ“ آیا ہے، عَفُو سے بنا ہے
 عَفَا، يَعْفُو، عَفْوًا اس کے بارے میں دو امام لغت القرآن علامہ رجب
 اصفہانی، اپنی شہرہ آفاق کتاب ”المفردات“ میں یوں لکھا ہے۔
 ”عَفَا النَّبْتُ وَالشَّجَرُ بَرَحَ لِحْيَتِهِ“ اور درخت یعنی اس نے

فَصَدَّ تَنَاوُلَ النَّبَاتِ فِي الزِّيَادَةِ لِقَوْلِكَ | زیادہ ہونا شروع کیا، جیسے تو کہے کہ بزود
 أَخَذَ النَّبْتُ فِي الزِّيَادَةِ۔ | نے عملاً بڑھنا شروع کیا، یہی مفہوم،
 ”وعفا، کا ہے۔ (ص ۳۳۳)

”وَأَعْفَيْتُ كَذَا أَيْ تَرَكَتُهُ“ اور میں نے فلاں چیز بڑھنے دیا یعنی میں
 لَعْفُوً وَبِكَثْرٍ وَمِنْهُ قِيلَ | نے اسے چھوڑا کہ بہت کثرت حاصل
 أَعْفُوا اللِّحْيَةَ وَالْعَفَاءُ مَا | کرے اور اسی بنا پر فرمایا گیا کہ داڑھی
 كُنْتُ مِنَ الْعُتْبَةِ وَالرُّبَيْثِ | کو بڑھا دو، اور ”وعفا“ دینے کی ادا
 اور پرندے کے پر بکثرت ہونے کو کہا جاتا ہے۔ (ص ۳۳۳)

حاصل کلام یہ کہ از روی لغت عربی ”وَعَفُو“، زیادہ بکثرت، بڑھنا اور
 چھوڑنے کو کہا جاتا ہے لہذا ”وَأَعْفُوا اللِّحْيَةَ“ کا معنی ہوا کہ داڑھی کو بڑھا دو
 زیادہ کر دو چھوڑ دو، کثیر اور گھنا کر دو۔

دوسرا لفظ ہے ”وَأَوْفِرُوا اللِّحْيَةَ“، ہے یہ دو لفظ ”عفا“ سے ہے جبکہ
 معنی ہے جھک جانا یا لٹک جانا: کہا جاتا ہے ”وَأَوْفِرْتُ السُّتْرَ“ میں نے
 پردے کو لٹکا دیا۔ ”وَقَدْ أَوْفِرْتُ خَلِيَّتِي رَحْوًا“ اور تحقیق میں نے

اسے لٹکایا یا جھکا دیا۔ یعنی میں نے اسے لٹکا ہوا یا جھکا ہوا چھوڑ دیا (المفردات ص ۱۹)۔ اور لغات الحدیث ص ۵۸ ج ۲، کتاب "در" تالیف علامہ وحید الزمان علامہ تیرانی لفظ ہے "ذَؤْفُ وَاللَّحْمُ"، یہ دو "ذُؤْفُ" سے ماخوذ ہے علامہ راعب کہتے ہیں:-

وَوَفَّرْتُ الْمَالَ التَّامَ يُقَالُ	وَوَفَّرْتُ الْمَالَ التَّامَ يُقَالُ
وَوَفَّرْتُ كَذَا تَمَّتْهُ وَكَتَمْتُهُ	وَوَفَّرْتُ كَذَا تَمَّتْهُ وَكَتَمْتُهُ
وَوَفَّرْتُ عِدْرَتَهُ إِذَا لَمْ	وَوَفَّرْتُ عِدْرَتَهُ إِذَا لَمْ
تَنْتَقِضْهُ، وَأَرْضٌ فِي ذَيْبَتِهَا	تَنْتَقِضْهُ، وَأَرْضٌ فِي ذَيْبَتِهَا
وَفَرَّةٌ إِذَا كَانَ تَامًا	وَفَرَّةٌ إِذَا كَانَ تَامًا
(المفردات ص ۵۲۹)	(المفردات ص ۵۲۹)

علامہ وحید الزمان اپنی تالیف دو لغات الحدیث، میں لکھتا ہے کہ "ذُؤْفُ" کا معنی ہے بہت ہونا، پورا ہونا، تمام ہونا، بہت کرنا، پورا کرنا، تمام کرنا اور بڑھانا۔ ص ۸۲ ج ۶۔

لغت کے اعتبار سے واڑھی بڑھانے کا معنی خلاصہ یہ کہ واڑھی بڑھانے کے متعلق حضور علیہ السلام نے اپنے فرمان میں جتنے الفاظ فرمادیئے ہیں، لغت عربی کے لحاظ سے ان سب کا معنی ہے بہت کرنا، زیادہ بڑھانا، وافر اور گھنا کرنا، بھرت کرنا، لٹکانا اور کامل و تمام کرنا، نقصان نہ پہنچانا۔

شریعت کے اصطلاح میں واڑھی بڑھانے کا مطلب

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسَلَّمَ أَنْتَ كَانِ يَأْخُذُ	وَسَلَّمَ أَنْتَ كَانِ يَأْخُذُ
مِنَ الْحَيَّةِ مِنْ طُولِهَا	مِنَ الْحَيَّةِ مِنْ طُولِهَا
وَمِنْ ضِيَاهَا	وَمِنْ ضِيَاهَا

(جامع ترمذی، مجالہ فتح القدیر) جامع ترمذی، مجالہ فتح القدیر ص ۲۵ ج ۲۔

وَقَدْ صَحَّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ	وَقَدْ صَحَّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَعَنْ أَبِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا	رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَعَنْ أَبِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

حضرت ابن عمر اور حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ دونوں

هُدًى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اللَّهُمَّ مِثْمَى سَازَد بَالُونَ كَو كَاتِي تَحِي .
 يَلْخُذَانِ مَسَارِدَ عَلِي (روایت کیا ہے اسے بخاری، ابوداؤد
 الْقَبِيضَةِ وَالْكَفِّ (رواہ نسائی اور کتاب الآثار لمحمد بن الحسن - بحوالہ
 البخاری، ابوداؤد نسائی، کتب فتح القدير ص ۱۲)
 الآثار، لمحمد، بحوالہ فتح القدير،

ص ۱۲ ج ۲)

وضاحت :- ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام خود بھی اور
 آپ کے صحابہ کرام بھی ایک قبضہ یعنی مِثْمَى سے نازد بالوں کو کاٹتے تھے .
 احادیث مذکورہ کے لغوی اور شرعی مفہوم میں تطبیق
 علامہ ابن الھمام فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے فعل اور ابن عمر و ابی
 ہریرہ رضی اللہ عنہما کے عمل سے واضح ہوا کہ احادیث میں داڑھی بڑھانے کا
 جو حکم ہے - اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مِثْمَى یعنی چار انگشت تک بڑھانا،
 لازم ہے اس سے کم کرنا ممنوع ہے اور نازد کاٹنا جائز ہے -

پچھلی تفصیلات اور بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد، ترمذی اور

نسائی شریف کے صحیح حدیثوں سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوئی کہ
 حضور علیہ السلام نے داڑھی کو ایک مُشْت تک بڑھانے کا امر کیا
 ہے اور صریح حکم دیا ہے -

شریعت میں "اَمْرٌ" کا اولین حکم و وجوب ہے
 علامہ شمس الاممہ السرخسی جو کہ فقہاء احناف کے سات طبقات میں
 سے تیسرے طبقے میں شمار کیا جاتا ہے اور "المجتہد فی المسائل" ہے اپنی

نایاب کتاب "اصول السرخسی" میں لکھتے ہیں -

"فَإِنَّ مَعْجَبَ الْأَمْرِ بِسُخْتِ يَدِهِ كَمَا حَقِيقِي حَكْمِ
 حَقِيقَةِ الْإِجَابِ وَقَطْعِ الْأَثَرِ وَجِبَاطِهِ أَوْ يَدِهِ كَمَا مَوْشُخِصِ
 التَّخْيِيرِ لِيَنَّ ذَالِكَ مِنْ كَاخْتِيَارِ أَوْ مَرْضِي خْتَمِ هُوَ تَابِي، كَيْزَكِ
 ضَرْوَرِ الْإِجَابِ ه وَجِبَاطِهِ كَمَا مَوْشُخِصِ بَات لَازِمِ هَيْتِ كِ
 (الی ان قال) مامور کو یہ اختیار نہیں رہتا کہ چاہے تو تعمیل
 حکم نہ کرے -

وَالْعَلِيلُ عَلَيْهِ أَنْ الْعَرَبِ أَوْ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ عرب اس

لَسْمِي تَارِكِ الْأَمْرِ عَاصِيًا شَخْصًا كَوْنًا فَرْمَانِ أَوْ عَاصِيًا كَبْتَةً هِيَ جَوَابُ
 وَبِهِ وَرَدَ الْكِتَابُ قَالَ أَمْرٌ كَمَا تَعْمَلُ بِهِ كَمَا هُوَ - اَوْ قَرَأَن
 اللَّهُ تَعَالَى (أَفْعَصَيْتَ أَمْرِي) بِمَعْنَى كَبْتَةٍ - اللَّهُ تَعَالَى فَرْمَانًا هُوَ -
 (ص ۱۰۱) - (کیا تو نے میرے امر کی نافرمانی کی) ،

(اصول شرعی ص ۱۰۱)

دوام کے حکم میں جمہور ائمہ رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے
 فَالَّذَهَبَ عِنْدَ جَبْهَتِهِمْ جَمْعُ فَهْمًا كَمَا مَذْهَبٌ يَهِي كَمَا
 الْفُقَهَاءُ أَنْ مَوْجِبَ جَبْ مَطْلُوقٌ هُوَ تَوَاسُطُ كَمَا حُكْمٌ لَزُومٌ هُوَ تَأْتِيكَ
 مُطْلَقِيهِ إِلَّا لَزَامٌ إِلَّا كَمَا جَوَابُ كَمَا خِلَافٌ شَرْعِيٌّ دَلِيلٌ مَوْجُودٌ
 بِدَلِيلٍ الْخِ (احوال مذکور) - (احوال مذکور) -

علامہ الدكتور محمد عبدالعزیز عمر واپنی تالیف "اللباس والزينة"
 فِي الشَّرْعِيَّةِ الْإِسْلَامِيَّةِ میں لکھتے ہیں کہ مُطْلَقٌ بِمَعْنَى جَمْعٍ
 وَاجِبٌ هُوَ إِسْمٌ لِيَقُولَ كَمَا هِيَ "أَمْرٌ" كَمَا جَوَابُ كَمَا خِلَافٌ شَرْعِيٌّ اسْلَامِيٌّ
 فِي كَوْنِ دَلِيلٍ مَوْجُودٍ هُوَ -

"وَالْأَصْلُ فِي الْأَمْرِ" اَوْ اَصْلُ يَهِي كَمَا "أَمْرٌ" وَجَوَابُ كَمَا
 الْوَجُوبُ وَلَا يَصِفُ هُوَ هُوَ تَأْتِيكَ وَجَوَابُ كَمَا خِلَافٌ
 عِنْدَهُ إِلَّا بِدَلِيلٍ وَلَا دَلِيلٍ هُوَ كَوْنِ شَرْعِيٍّ دَلِيلٌ مَوْجُودٌ هُوَ اَوْ دَلِيلٌ هُوَ كَمَا
 مَسْئَلَةٌ فِي جَوَابُ كَمَا خِلَافٌ كَوْنِ دَلِيلٍ هُوَ - (ص ۱۰۱)

(ص ۱۰۱)

علامہ شرعی مزید لکھتے ہیں :-

فَإِنَّ وَجُوبَ الْعَمَلِ بِشَرْعٍ شَرْعِيَّةٍ كَمَا اَصْلُ اَوْ قَالُوا يَهِي كَمَا
 خَبَرٌ ثَبَتَ عَنْ صَاحِبِ شَارِعِ عَلِيٍّ السَّلَامِ سَمِعَ جَوَابُ ثَابِتٌ هُوَ
 الشَّرْعِيُّ هُوَ الْأَصْلُ حَتَّى جَاءَ اسَ بِرِشْرَافٍ كَمَا وَاجِبٌ هُوَ تَأْتِيكَ
 يَمْنَعُ مِنْهُ مَانِعٌ هُوَ تَأْتِيكَ وَجَوَابُ كَمَا كَوْنِ شَرْعِيٍّ مَانِعٌ مَوْجُودٌ

(اصول شرعی ص ۱۰۱) - نہ ہو - (اصول شرعی ص ۱۰۱)

شَرْعِيَّةٍ كَمَا "أَمْرٌ" كَمَا خِلَافٌ حَرَامٌ هُوَ -

علامہ حجت الاسلام الجصاص الحنفی فرماتے ہیں -

وَالْأَمْرُ بِالشَّيْءِ يُوجِبُ كَمَا شَيْءٌ كَمَا "أَمْرٌ" سَمِعَ لَزَامٌ هُوَ تَأْتِيكَ

النَّهْيُ عَنِ مَصَدِّهِ الْحَرْمِ اس کی خلاف کرنے سے گویا کہ شریعت نے
 (الی ان قال) اَلَا اَنَا نَقُولُ "لفظی کر دی ہے کہ (ملا خسی کہتے ہیں) ہاں
 نزدیک مختاریہ ہے کہ امر
 ثُبُوتُ الْحَرَمَةِ بِطَرِيقِ کی مخالفت حرام ہے مگر یہ حرمت
 الْاِقْتِصَاءِ هُنَالِكَ بطریق اقتضاء ہے کیونکہ کسی چیز
 طَلَبُ الْوُجُودِ بِالْاَمْرِ کے کرنے کا جب امر ہو تو یہ پابندی ہے
 يَقْتَضِي حُرْمَةَ الصِّدِّ کہ نہ کرنا حرام ہے اصول خسی ۹۳ تا
 الح (اصول السرخسی ص ۹۳-۹۵ ج ۱)

تا ۹۵-۱ ج

علامۃ الکتور محمد عبدالعزیز عمر و، اسی بات کی مزید وضاحت کرتے
 ہوئے لکھتے ہیں۔

وَالْاَمْرُ يَتَضَمَّنُ النَّهْيَ اور وارطھی بڑھانے کے ضمن میں
 عَنْ خَلْقِهَا وَقَصِّهَا وَ
 الْاَصْلُ فِي النَّهْيِ الْحَرِيمِ "بھی ثابت ہے دراصل یہ ہے کہ
 وَلَا يَصْرِفُ عَنْهُ اِلَّا "و سنہی" ہمیشہ حرمت کے لیے
 ہوتی ہے تا وقتیکہ حرمت کے خلاف

بِدَلِيلٍ وَلَا دَلِيلٍ، شرعی دلیل موجود نہ ہو، جو کہ یہاں موجود
 (اللباس والذینہ الح) نہیں ہے (اللباس والذینہ فی الشرع
 ص ۱۲۳)۔
 الاسلامیہ ص ۴۱۳)۔

خلاصہ کلام :-

گزشتہ درج شدہ احادیث، ائمہ لغت اور ائمہ فقہ و اصول
 فقہ کی تصریحات سے بلاشک و شبہ یہ بات ثابت ہوئی کہ بقدر کثرت
 (مٹھی بھر) وارطھی رکھنا واجب ہے۔

مٹھی بھر وارطھی رکھنا عملاً فرض عین ہے۔

امام شافعی کے نزدیک فرض اور واجب کی تقسیم نہیں ہے بلکہ دونوں
 کا ایک نام ہے، یعنی دو فرض، البتہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ دونوں
 ایک چیز نہیں ہے بلکہ فرض وہ ہے جس کا منکر کا فرض ہو جاتا ہے اور اسلام
 سے خارج ہوتا ہے اور جس حکم کا تعیل کرنا اور بجالانا تو فرض ہو مگر اس کا
 منکر اسلام سے خارج نہیں ہوتا ہے اس کو امام ابوحنیفہ واجب کا نام
 دیتے ہیں۔ اگرچہ از روئے عمل اور ثواب و عقاب، فرض اور واجب میں فرق

نہیں بلکہ دونوں فرض ہے مگر از روئے عقیدہ دونوں میں فرق بین ہے ایک کا منکر کافر ہوتا ہے۔ دوسرے کا منکر کافر نہیں ہوتا ہے دوسرے کا منکر باوجود انکار عموماً رہتا ہے، تا وقتیکہ واجب کے ساتھ استہزاء اور توہین کا ارتکاب نہ کرے۔ اسی فرق کے پیش نظر فقہاء کی اصطلاح میں "فرض" کو فرض اعتقادی، کا نام دیا جاتا ہے اور "واجب" کو "فرض علی" کا نام دیا جاتا ہے۔ علامہ خرمی لکھتے ہیں۔

«وَالْفَرْضُ وَالْعَرَجِبُ مَعَهُ، فَضْرٌ أَوْ وَاجِبٌ دُونَ زَرْعٍ عَلَى وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِأَنَّ مَفْعًا لَازِمٌ هُنَا. الْبَتَّ حِينَ كَالثُبُوتِ الْيَسِيِّ كَانَتْ ثَابِتًا بِدَلِيلٍ مُوجِبٍ قَطْعِيٍّ دَلِيلٌ سَلْبِيٌّ كَيْفَ فِي نَتِجَةٍ فِي الْعَمَلِ وَالْعَمَلُ قَطْعًا. اس پر قطعی عقیدہ رکھنا اور عمل کرنا لازمی ہے۔ فَرْضًا وَمَا كَانَ ثَابِتًا هُوَ جَائِزٌ، اِسے فرض کہا جاتا ہے بِدَلِيلٍ مُوجِبٍ لِلْعَمَلِ غَيْرِهِ اور جو کچھ ایسی دلیل سے ثابت ہو کہ جس مَوْجِبٍ لِلْعَمَلِ يَقِينًا کی نتیجہ میں اس پر عمل کرنا تو لازم ہو جاتا ہو بَاعْتِبَارِ شَبَهَةِ فِي طَرَفِهِ مگر اس پر قطعی عقیدہ لازم نہیں ہوتا اس لیے کہ جس دلیل میں شہیدہ کی گنجائش ہو اس کو واجب

يُسْتَبَيِّنُ وَاجِبًا لِمَا (اصول خرمی) کہا جاتا ہے (اصول خرمی)۔

(ص ۱۱ ج ۱) (ص ۱۱ ج ۱)۔

علامہ تفتازانی صاحب تلمیح اس میں مزید توسیع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

«وَفِي التَّلْمِيحِ أَنَّ اسْتِعْمَالَ اور تلمیح میں ہے کہ ظنی الثبوتِ الْفَرْضِ فِيمَا ثَبَّتَ بِظَنِّي احکامات کو فرض کہنا، اور قطعی الثبوتِ وَالْوَجِبِ فِيمَا ثَبَّتَ بِقَطْعِيٍّ احکامات کو واجب کہنا، عام اور شَائِعٌ مُسْتَفِيضٌ فَلَفْظٌ مشہور ہے پس جو حکم اعتقاداً اور الْعَرَجِبُ يَقَعُ عَلَى مَا هُوَ عملاً فرض ہو جیسے نماز فجر اس کو واجب فَرْضٌ عَلَيْهِمْ وَعَمَلًا كَصَلَاةِ كَهْنَا درست ہے، نیز وہ ظنی الثبوتِ الْفَجْرِ وَعَلَى ظَنِّي هُوَ فِي جَوْعَلٍ كَيْفَ اعتبار سے فرض کی قوت میں قُوَّةُ الْفَرْضِ فِي الْعَمَلِ كَمَا ہو جیسے نماز وتر، کہ اگر صاحب ترتیب الْعُرْسِ حَتَّى يَمْنَعَ تَذَكُّرَهُ کو وتر کی قضا یاد ہو تو اس کی نماز فجر صِحَّةُ الْفَجْرِ لِتَذَكُّرِ الْعِشَاءِ کی ادائیگی صحیح نہیں جیسے نماز عشاء

وَعَلَىٰ ظَنِّي هَوْدٌ وَنَ الْفَرْضِ كِ قَضَاءٍ يَادِ هَوْتِ هَوْتِ نَمَازِ فَجْرٍ صَحِيحٍ
 فِي الْعَمَلِ وَقَعَقَ السُّنَّةِ هِنِي - يَادِ ظَنِّي الثَّبُوتِ حَوْكَ كَمَلٍ فِي
 كَتَعِيْنِ الْفَاتِحَةِ حَتَّى لَا فَرْضِ سَ كَمَرٍ اُورِ سُنَّتِ سَ بَرْتَرِ هُو
 تَفْسِيْدُ الصَّلَاةِ بِتَرَكِهَا جِيَسِي نَمَازِ فِي فَاتِحَةِ طَرْحِنَا كَ مَجْبُولِ جَانِي
 لَكِنْ يُجِبُ سُبْحَدَةَ السُّهُمِ سَ نَمَازِ تُو فَاسِدِ نِهِيْنِ هَوْتِي مَكْرُ سَجِدِ
 سَ هُو لَازِمٌ هُو تَابِيَسَ - اِنْ سَبِ اِحْكَامَاتِ
 كُو وَاجِبِ كَهِنَا جِي دَرِ سَتِيَسَ .

(شامی ص ۱۰۲)

غلامیہ کلام یہ ہوا کہ امام ابوحنیفہ نے فرض کے مقابلہ میں واجب کا جو الگ
 ایک درجہ قائم کیا ہے وہ اسی با یک فرق کی بنیاد پر ہے کہ واجب کا ماخذ
 اور سند میں چونکہ شہبہ کی گنجائش ہے لہذا عقیدہ میں تو واجب کا درجہ فرض
 سے کم ہونا چاہیے مگر عمل کے اعتبار سے واجب کام کا کرنا ویسا ہی فرضی اور
 اہم ہے جیسا کہ فرض کا ادا کرنا اور اسی مساوات کی بنا پر فرض کو واجب کہا جاتا
 ہے اور واجب کو فرض کہا جاتا ہے۔ چونکہ امام شافعی اس با یک فرق کو نہیں

دیکھتے ہیں بلکہ آپ کی نظر ثواب اور عذاب پہ ہے جس میں فرض اور واجب برابر
 ہیں لہذا امام شافعی کے مذہب میں فرض اور واجب کی تقسیم نہیں ہے بلکہ
 آپ واجب کو بھی فرض کا نام دیتے ہیں۔
 علامہ خسی لکھتے ہیں!

”وَالشَّافِعِيُّ يَتَكَبَّرُ هَذَا الْقِسْمِ اِمَامِ شَافِعِي اِسْ قِسْمٍ، اِيعْنِي وَاجِبِ كُو نِهِيْنِ
 وَيَلْحِقُهُ بِالْفَرْضِ“ الخ ماننے ہیں بلکہ وہ اس کو فرض میں داخل
 کرتے ہیں۔ یعنی واجب کو فرض سمجھتے ہیں۔
 (اصول خسی ص ۱۰۲)

(اصول خسی ص ۱۰۲)

داڑھی منڈانے اور ترشوانے کا حکم مذہب اربعہ میں

امام ابن المصمب الحنفی لکھتے ہیں

دَوَامًا اَلْاَخْذُ مِنْهَا داڑھی کترانا ایسی حالت میں کہ وہ قبضہ
 وَهِيَ دُونَ خَلْعِ كَمَا اِيْعَلُهُ سَ كَمِ هُو جِيَسِي كَ لِعِشِ اِهْلِ مَغْرِبِ (یومین)
 بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخْتَلَفَةٌ كَرْتِي هِيْنِ اُورِ اِيَسِي مَرْدِ جُو عَوْرَتِ پِنِي
 الرِّجَالِ فَلَمْ يَجِبْهُ اَحَدٌ“ کا مظاہرہ کرتے ہیں، تو اس کے جواز کا

(فتح القدير ص ۲۱۰ ج ۲) قول کسی نے بھی نہیں کیا ہے۔

(فتح القدير ص ۲۱۰ ج ۲)

آپ نے دیکھا کہ مذہب احناف کا عظیم محقق امام، دارطھی کتروا کر قبضہ سے کم کرنے کو نہ صرف حرام ٹھہراتا ہے بلکہ اس حرمت اور عدم اجابت پر مسلمان ائمہ اور فقہاء کے اجماع کا اعلان بھی کرتا ہے، اب آپ خود فیضیہ تحریر کہ دارطھی منڈانے کا کیا حکم ہو سکتا ہے۔

اور ایسا ہی۔ شامی ج ۲ ص ۱۸۲ اور بحر الرائق میں صاحب و مختار

لکھتے ہیں :-

”يَحْرُمُ عَلَى السَّجَلِ قَطْعَ لِحْيَتِهِ“ مرد کے لیے دارطھی کاٹنا حرام ہے۔ (مختار کتاب المحظور والاباحۃ، فصل (در مختار کتاب المحظور والاباحۃ، فصل

البيع ص ۲۱۱ ج ۵)

البيع ص ۲۱۱ ج ۵)

الوصيف وقت علامہ خلیل احمد صاحب مہارنپوری اپنی مایہ ناز

تالیف بذل المجهود شرح البروق ص ۳۳ ج ۱، باب السواک میں لکھتے ہیں :-

”وَقَصَّ اللَّحْيَةَ مِنْ سُنَنِ دَارِطِيِّ كَاتِرٍ وَأَنْعَمَ أَقْوَامٌ كَاطِرٍ لِقِيَّتِهِ“ اور

الأعاجم وهو اليمم آج کل مشرکین، انگریز اور ہندو اقوام
شعار کثیر من المشرکین کی پہچان ہے اور ان لوگوں کا جن کا
والد فسق و الفسوق دین اسلام میں کوئی حصہ نہیں اور یہ
وَمَنْ لَأَخْلَاقَ لَهُ فِي الْإِيْنِ لوگ ان کا ذرا اقوام کی پیروی کرتے ہیں
مَنْ يَتَّبِعُوهُمْ وَحَبِيبُونَ أَنْ اور ان کی محبت میں ان جیسی شکل و صورت
يَلْتَنُّ يُوْبِذِيَّتِهِمْ“ الخ بنا تے ہیں۔

چند رطر کے بعد صاحب بذل المجهود کتاب الآثار تالیف امام محمد کے

حوالہ سے امام محمد کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”ثُمَّ قَالَ وَكَذَلِكَ يَحْرُمُ عَلَى دَارِطِيِّ مَنْدَانِي

السَّجَلِ قَطْعَ لِحْيَتِهِ فَعَلِيهِ هِيَ كِطْرُ مَرْدٍ وَدَارِطِيِّ كَاتِرٍ كَاتِرٍ أَيْ حَرَامٌ

مِنْ ذَلِكَ أَنْ مَا يَفْعَلُهُ هِيَ مِنْ مَعْلُومٍ هُوَ كَالْبَعْضِ وَهِيَ سَائِرٌ

لِبَعْضٍ مِنْ لَأَخْلَاقَ لَهُ فِي (برصغیر کے) مسلمان جنہیں دین کی کوئی

السُّنَنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْهِنْدِ پر وہ نہیں ان کا یہ فعل (دارطھی منڈانا

وَالْآثَرُ الْخَرَّاهُ، نَعَمْ كَاتِرٌ وَأَنَا حَرَامٌ هِيَ، الْبَتَّةُ الْكَرْمُورَتِ كِ

اَلَا نَبَتِ اللّٰحِيَةَ لِلْمَرْءِ
فَيَسْتَحِبُّ لَهَا مَلَاقَهَا
(بدل المجهود، ص ۱) (بد المجهود ص ۳۳ ج ۱)

محدث کبیر اور فقہ زمانہ علی بن سلطان محمد القاری، عرف ملا علی قاری کھنئی
اپنی شہرہ آفاق کتاب «المقات شرح مشکوٰۃ ص ۱» باب السواک
میں لکھتے ہیں:

وَقَصُّ اللّٰحِيَةِ مِنْ صَنِيعِ الْاَعْرَابِ
عَاجِمٍ وَهُوَ الْيَوْمُ شِعَارُ
كَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ كَالْفَرَسِ
وَالْهِنْدِيِّ وَمِنْ مَلَاقِ لَه
فِي الدِّينِ مِنَ الطَّائِفَةِ
اَلْقَلَنْدَرِيَّةِ،
ص ۱ ج ۱

(مقات ص ۱)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے دارطہی منڈانے کے متعلق

کسی سائل نے کئی سوالات دریافت کئے، موصوف نے جو جوابات دیتے
وہ ملاحظہ ہوں۔

جوابات :-

۱۔ ہاں اسلام میں دارطہی منڈانے کی سخت ممانعت ہے جیسے کہ حدیث
میں صیغہ امر سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ دلائل صحیحہ سے اپنے موقع
ثابت ہو چکا ہے کہ اصل امر میں وجوب ہے اور واجب کا ترک
حرام ہے اور کسی شے کا حرام ہونا سخت مخالفت ہے؛

۲۔ اول تو یہ پوچھنا اس لیے بیکار ہے کہ گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ سب
واجب ترک ہے اگر صغیرہ کی اجازت ہو کر تھی تو اس سوال کا مضائقہ
نہ تھا پھر نظر صحیح سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کبیرہ ہے کیونکہ کبیرہ کی علامت
اپنے مقام پر بیٹے ہو چکی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی عقیدہ متعلق ہو اور
اس میں عقیدہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں آتا ہے علاوہ اس کے
استخفاف و اصرار سے صغیرہ بھی کبیرہ ہو جاتا ہے اور اس میں تو آج
کل اس سے بڑھ کر استعمال بلکہ استحسان کا درجہ ہو گیا جس میں اندیشہ کفر

ہے۔“

۲۔ جواب سوم کا خلاصہ ”حلق لحيۃ تعيير خلق اللہ ہے اور تفسیر خلق اللہ کا حرام ہونا قرآن میں موجود ہے پس حلق لحيۃ کا حرام ہونا قرآن سے ثابت ہو

گیا۔ (امداد الفتاویٰ جلد ۶ صفحہ ۱۵)

داڑھی منڈانا، امام شافعی کے مذہب میں :-

وَقَالَ ابْنُ الرَّفْعَةِ بَيَّنَّتُ
الشَّافِعِي تَصَرُّفِي الْأَمْرِ بِأَنِّي
لَتَحْدِيثِي (بِحَالَةِ دَاڑھِي) كَيْ
كِي قَدْرُ وَفِيهِتِ مَكَلِّتَالِيْفِ (بِحَالِهِ دَاڑھِي) كِي قَدْرُ وَفِيهِتِ ص ۳،
مولانا محمد عاشق الہی میٹھی) تالیف محمد عاشق الہی میٹھی)۔

داڑھی منڈانے کا حکم امام احمد بن حنبل کے مذہب میں

فقہ حنبلی کی کتاب ”شرح المنتہی“ اور ”شرح منظومۃ الادب“ میں
لکھا ہے۔

”الْمُعْتَمَدُ حُرْمَةُ عِلْقِهَا مَعْتَبَرٌ قَوْلُهُ هِيَ هِيَ كَمَا دَاڑھِي مَنْدَانَا

وَمِنْهُمُ مَن رَضِيَ حُرَامٌ هِيَ أَوَّلُ بَعْضِ عُلَمَاءِ مِثْلًا مَثَلًا
بِالْحُرْمَةِ وَكَلِمَةُ ”النِّصَافِ“ فِي حُرْمَتِ كِي تَقَرَّرَتْ كِي
يَخْلَفُ خِلَافًا كَصَاحِبِ تَيْبِ أَوَّلِ اسْمِ فِي كَيْبِ كَاخِلَافِ نَقْلِ
الْإِنْصَافِ“ (حِوَالِهِ مَذْهَبِ) هُنَّ كِي (حِوَالِهِ مَذْكَوْر)

داڑھی منڈانے کا حکم امام مالک کے مذہب میں

فقہ مالکی کی کتاب ”الابداع فی مضار الابداع“ میں لکھا ہے
مَذْهَبِ السَّادَاتِ الْمَالِكِيَّةِ حَضْرَاتِ مَالِكِيَّةِ كَا مَذْهَبِ يَ هِيَ كِي
حُرْمَةُ حَلْقِ الْبَلْحِيَّةِ الْخِ دَاڑھِي مَنْدَانَا حُرَامٌ هِيَ
(حِوَالِهِ مَذْهُبِ) (حِوَالِهِ مَذْكَوْر)

فقہارا حنات کے عظیم محدث اور فقیہ علامہ ابن الہمام نے اجماع کا جو
دعویٰ کیا تھا کہ داڑھی منڈانے اور کتروانے کو کسی ایک نے بھی جائز قرار
نہیں دیا ہے۔ ائمۃ اربعہ کا داڑھی منڈانے کی حرمت پر اتفاق علامتہ،
فتح القدر کے دعویٰ کا جتنا جاگتا ثبوت ہے۔

داڑھی منڈانے اور کتروانے کے لیے دوسرائیں

گذشتہ صفحات میں ناقابل انکار دلائل سے ثابت ہوا کہ مطھی بھر
داڑھی رکھنا مرد کے لیے واجب ہے اور اس مقدار سے کم کرنا یا منڈانا
حرام ہے اور فقہاء اور اصولیین کا اس پر اتفاق ہے کہ قصداً واجب کا
ارتکاب کر نیلا اور حرام کا ارتکاب کرنا الا شریعت اسلامی کی رو سے دنیا
میں فاسق ہے اور قیامت کے دن عذاب میں گرفتار ہوگا۔

علامہ شریح اصول میں لکھتے ہیں :-

«وَالْوَجِبُ، كَيْسَحَّحَ فِعْلُهُ وَاجِبُ كَرْتِهِ بِرَأْسِ ثَوَابٍ كَالثَوَابِ وَكَيْسَحَّحَ بِتَرْكِهِ مُسَحَّحٌ هُوَ تَابٌ هُوَ اس کے ترک پر
الْعِقَابُ»، (اصول شریح ص ۱۵) عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے (اصول
شریح ص ۱۵) ح ۱)

«وَالْكَافِرُ رَأْسُ الْفَسَاقِ حَقِيقَتِ مِثْلِهِ تُوَكَّفَرُ تَمَامُ فَسَاقٍ كَارِخَةِ
فِي الْحَقِيقَةِ اِلَّا اَنْتَ اُخَصَّ هُوَ تَابٌ هُوَ مگر چونکہ اس کا نام کافر رکھا
بِاسْمِهِ هُوَ عَظَمٌ فِي النَّفْسِ گیا ہے جو کہ برائی کے اظہار میں فاسق

فَأَسْمَاءُ اسْتَقْبَحَتْ عِنْدَ الْإِسْلَامِ سے بڑھ کر ہے اس لیے فاسق کا نام
طَلَاقٌ يَتَنَاقَلُ الْمُؤْمِنِينَ الْعَالَمِيُّ جب بھی مطلق ذکر ہوتا ہے تو اس
بِاعْتِبَارِ اَعْتَادِ الْاَصُولِ (اصول شریح) سے مراد وہ مؤمن ہوتا ہے جو کہ
باعتبار عمل عاصی اور گناہگار ہوتا ہے۔
(اصول شریح ص ۱۵) ح ۱)۔

توضیح :-

شریعت میں لازم اعمال دو قسم کے ہیں، ایک قسم دل کے اعمال ہیں یعنی انفعال
قلب جس کو عقیدہ، یقین اور ایمان کہا جاتا ہے اس کو بجالانے والے کو مؤمن
اور مطیع کہا جاتا ہے اور اس کے تارک کو کافر اور عاصی کہا جاتا ہے۔
ثانی قسم :-

دل کے سوا دوسرے اعضاء کے اعمال ہیں ان اعمال کی بجالانے والا،
مطیع، متقی اور مستحق ثواب ہوتا ہے بشرطیکہ اس کے دل کا عمل یعنی عقیدہ
اور ایمان درست ہو اور ان اعمال کا تارک مؤمن ہونے کے ساتھ فاسق
اور عاصی و گناہگار ہوتا ہے۔ چونکہ داڑھی منڈانے والا یا کترانے والا

ایک ایسے عمل کو بلا عذر ترک کرنا ہے۔ جسے شریعت نے لازم قرار دیا ہے
لہذا ایسا شخص باتفاق ائمہ اور فقہانہ فاسق ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام کی قبضہ بھر داڑھی تو اتر سے ثابت ہے۔
جہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس داڑھی کا ثبوت ہے تو
اس کا ثبوت یقیناً تو اتر معنوی سے ثابت ہے کہ آپ کی داڑھی مبارک
زندگی بھر ایک مشت سے کسی حالت میں کم نہیں ہوتی ہے۔ ایسے مواقع پیش
آچکے ہیں کہ نیند، نسیان، ہوس، یا دشمنوں کے شدید یلغار کے سبب آپ صلی اللہ
علیہ وسلم سے فرض نماز کا وقت ہننا، یا اس میں کمی بیشی آنے تک نوبت آجہنچی۔
مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی میں ایسی نوبت نہیں آئی کہ آپ نے
داڑھی منڈائی ہو یا کتروائی نہ کسی غم کی بنا پر اور نہ ہی امت کی تعلیم کی خاطر
عقل سلیم رکھنے والے اس سے ایک پورا دفتر اور کتاب پڑھ سکتے ہیں کہ اللہ
تعالیٰ نے یہ تو چاہا کہ عین فرض نماز کے وقت میں آپ کے پیغمبر سے کچھ بچے جو
کئی نمازیں فوت ہو کر اپنے رب کے سامنے سجدہ ریزہ ہو، یا نمازوں
کی فرض رکعات میں ہوسا کمی بیشی ہو کر مقصدی یا ودلاویں، یا نیند کے غلبہ

سے نماز فوت ہو تاکہ امت کے لیے تعلیم ہو کہ نماز فوت بھی ہو سکتی ہے۔
اور اس کی قصاص بھی کی جاسکتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے
چہرہ النور کے داڑھی کے بالوں کی زندگی پھر ایسی حفاظت کی کہ نہ ہونے
اور نسیان کی سبب اور نہ کسی مجبوری کے باعث آپ کے ریش مبارک کو
کوئی گزند پہنچی، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ اپنی پیغمبر کی وساطت
سے اپنے بندوں کو کسی عذر کے پیش نظر داڑھی منڈانے یا کتر دلنے اور
پھر اس کی تلافی اور کفارہ دینے کی تعلیم دلائی جائے۔

منکرین نبوت نے حضور علیہ السلام کی کئی تعلیمات بلکہ آپ کی نبوت
میں بھی شکوک و شبہات کا اظہار کیا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبضہ بھر
داڑھی کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا ہے اور یہی ہے تو اتر معنوی۔

خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
عملی اجماع

خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک
قبضہ سے داڑھی کم نہ کرنے پر عملاً اجماع ہے کسی ایک صحابی سے ثابت

نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اس نے قولاً یا عملاً، قصداً اس اجماع کی خلاف ورزی کی ہو، صحیح العقیدہ مسلمان تو کیا کسی بھی دشمن اسلام یا دشمن صحابہؓ نے آج تک یہ جرات نہیں کی ہے کہ اس نے کسی صحابی پر داڑھی منڈانے یا کتر دانے کا الزام عائد کیا ہو۔

اس اجماع اور مذکورہ تواتر سے یہ بات قطعیت کے ساتھ ثابت ہو گئی کہ حضور علیہ السلام، خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے زندگی بھر نہ تو عملاً ایک مشیت سے داڑھی کو کم کیا۔ اور نہ کسی نے ایسا کرنے کے حجاز کا قول کیا ہے حضور فرماتے ہیں:-
 عَلَيكُمْ لِسَانِي وَسُنَّةُ الْخُلَفَاءِ حُضُورِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمَا تَعْبَهُ هِيَ تَهَابُ
 الرَّاشِدِينَ عَضُوا عَلَيَّ
 بِاللَّوْاجِذِ (عجالة اصل خبری) اور خلفاء راشدین کے طریقہ کی پیروی کرو اور اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو۔

توضیح:- پھلی بخت تمہیں سے کم از کم اتنی بات روز روشن کی طرح

قطعاً طور پر ثابت ہوئی کہ حضور علیہ السلام اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تاحیات خود، یعنی قبضہ بھر داڑھیاں رکھی ہیں اور دوسرے کو بھی داڑھیاں رکھنے کا حکم دیتے رہے ہیں

نیز امت مسلمہ کے ائمہ عظام، اولیاء کرام صوفیائے عظام اور صالح مومنین کا فعلاً اور قولاً یہی معمول رہا ہے۔

لہذا داڑھی منڈانا یا کتر دانا، بلاشبہ ایک ایسا گستاخانہ عمل اور ہے کہ جس میں بر ملا اور جان بوجھ کر حضور علیہ السلام اور جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت اور جملہ اہل اللہ اور مومنین صالحین کے طریقہ مستقیم سے منہ پھرنے کی جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

رسول خدا کی مخالفت اور صحابہ کرام کی راہ سے منہ پھرنے کا نتیجہ اس گستاخانہ عمل کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دو ٹوک الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے۔

قَوْلَهُ تَعَالَى وَمَنْ يُشَاقِقِ
 الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِهَا فَسَيُؤْتِكِ
 اللَّهُ مِنْهُ لَعْنَةً وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ
 عَذَابًا أَلِيمًا

لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ لَتَوَلَّيَنَّهَا تَوَلَّىٰ وَتُصَلِّ بِجَهَنَّمَ ۗ أَسَىٰ طَرَفٍ مِّمَّكَ يَدُكُومُ جَدُّهُ وَكَانَتْ مَصِيْرًا ۗ (النساء، ۵، آیت ۱۱۵)

میں ڈالیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے (پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۱۱۵)

تشریح:-

پیغمبر خدا اور آپ کے صحابہ کے ایسی سنت اور طریقہ کی قصد مخالفت کرنا جس کا ثبوت تو اترا اور اجماع سے ہو چکا ہو اور یہ بھی واضح ہو چکا ہو کہ اس فعل عمل کو نہ تو حضور علیہ السلام اور نہ ہی کسی صحابی نے لمحہ بھر کے لیے ترک کیا ہے۔ ایسے گناہوں کو اللہ تعالیٰ دوسرے سزا میں مبتلا کر دیتا ہے۔

پہلی مناسبت:- اللہ تعالیٰ ایسی مخالفتانہ روش اپنانے والے کیلئے یہی گناہ یعنی حضور علیہ السلام کی مخالفت کو ایسا محبوب اور پسندیدہ بنا لیتا

کہ وہ اس پر فخر کرتا ہے نہ تو ذرا بھر اس گناہ اور مخالفتانہ روش پر پشیمان اور شرمندہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے توبہ کرنے کا تصور کرتا ہے دوسری مناسبت:-

اس مخالفتانہ اور معاندانہ روش کی پاداش میں اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں جھنک دیتا ہے (اعاذنا اللہ منھا)

دوسری مناسبت:- گناہ کا ایک تباہ کن پہلو

جتنے بھی عمل گناہ ہیں ان میں اگرچہ گناہ کرنے والا گناہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ اور رسول خدا کی نافرمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملعون اور منحوس علیہ کے مقام پر جا پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ایمان کے فیض اور تقاضوں کے دائرہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ مثلاً قاتل قتل کرتے وقت، زانی زنا کرتے وقت، جھوٹ بولتے وقت غیبت صراحتی اور غیرہ معاصی کرتے وقت، مگر پھر بھی جوہل ہی اس گناہ کے عمل اور ارتکاب سے فارغ ہو کر بازار میں گھومتا پھرتا ہے۔ مسجد میں جا کر عبادت کرتا ہے رجب بیت اللہ، روضہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

پر حاضری دیتا ہے، اٹھتا ہے بیٹھتا ہے۔ سوتا ہے یا جاگتا ہے۔ ہر حالت میں مذکورہ گناہ گار پر کئے ہوئے گناہ کا کوئی ایسا عملی داغ و دھبہ نہیں جس کے نتیجے میں وہ بے گناہ اور معصوم لوگوں سے ممتاز ہو، یا اس کی شکل و صورت حضور علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی صفات اور بغاوت کی گواہی دیتی ہو۔

مگر اس کے برعکس داڑھی منڈانا اور کتروانا وہ منحوس ترین گناہ ہے جس سے کسی بھی زمان اور مکان میں اور کسی بھی حال میں چھٹکارہ حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ اگر آپ مسجد میں عبادت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اگلا اور وفاداری کا مظاہرہ کرتے ہیں تو بھی آپ کی صورت عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی معصیت، بغاوت اور رسول خدا کی نافرمانی کی واضح گواہی دیتی ہے۔

آپ افعال حج میں مصروف ہیں یا رخصتہ بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں تلاوت کرتے ہیں سوتے ہیں اٹھتے ہیں غرض ہر لمحہ اور ہر سیکنڈ میں داڑھی منڈانے کی گناہ اور جملہ انبیاء اور مومنین صحابین کی صورت سے بغاوت کرنے کا علم لیے پھرتے ہیں۔

اور یہی داڑھی منڈانے اور کتروانے کا وہ تباہ کن پہا سے جو شاید دیگر عملی گناہوں میں نہیں ہے۔

چند شبہات اور ان کے جوابات

انسان کی فطرت ہے کہ جب بھی وہ کسی جرم اور گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ اگرچہ اس کا ضمیر اسے اندر ہی اندر سے ملامت کرتا ہے مگر پھر بھی وہ اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے دورا ذکر غدر و اغدر جیلے بہانے اور مختلف تاویلات کا سہارا لینے کی کوشش کرتا ہے۔

یہی حال داڑھی منڈانے اور کتروانے والوں کی ہے۔ لہذا ان کے چند عام اور مشہور شبہات، سوالات اور ان کا ازالہ اور جوابات ناظرین کے علم میں لانا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ بلکہ داڑھی کے مسئلے کی اہمیت سمجھنے میں مدد اور معاون ہوں گے۔

(سوال) حضور علیہ السلام نے داڑھی بطور عادت رکھی تھی

یہ بات تو مسلم اور یقیناً ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام اور آپ کے جملہ صحابہ کرام قبضہ ہجر (چار انگشت) داڑھی رکھتے تھے اور زندگی بھر

نہ تو حضور علیہ السلام اور نہ ہی کسی صحابی نے داڑھی منڈائی ہے اور نہ ہی ایک قبضہ سے کم کی ہے۔ مگر حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہؓ نے اُس وقت کی عرب قوم کے رواج اور عادت کے مطابق ایسا کیا ہے۔ جیسے کہ آپ کا کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، لباس اور عربی بولنا وغیرہ اقوال و افعال، حرکات و سکنات۔ یہ سب چیزیں آپ کی سنت اور طریقہ ہیں مگر بطور عادت ہیں نہ کہ بطور دین اور عبادت۔ لہذا ان چیزوں میں اگر کوئی شخص حضور علیہ السلام کی پیروی کرے تو بھی جائز ہے اور اگر نہ کرے تو بھی جائز ہے۔ مثلاً کوئی شخص حضور علیہ السلام کے وضع قطع کے مطابق لباس پہنے کھانا کھائے، اسلحہ زیب تن کرے (تلوار، ڈھال، نیزہ وغیرہ اور تیر و گمان) آپ جیسے اٹھے بیٹھے، چلے پھرے وغیرہ۔ عادی امور میں چاہے پیروی کرے چاہے نہ کرے اس لیے کہ سب سنن زوائد (زائد سنتیں ہیں) جیسے آپ نفل اور مباح بھی کہہ سکتے ہیں۔

البتہ جو چیزیں، افعال اور اقوال حضور علیہ السلام نے بطور دین اور عبادت کئے ہیں یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر (وحی جلی و وحی خفی)

کے تحت کئے ہیں اور وہ حضور علیہ السلام کی خصوصیات میں سے نہ ہو تو بیشک ان کا کرنا ہر اُمتی پر لازم ہے اور باعثِ ثواب ہے اور اس کا نہ کرنا حرام اور باعثِ عذاب و مؤاخذہ ہے اور ایسے امور کو سننِ مُعدیٰ کہا جاتا ہے جیسے پنجگانہ نماز، روزہ وغیرہ واکف۔ واجبات جیسے نماز عید، قربانی وغیرہ سنتِ مؤکدہ جیسے اذان، اقامت اور نماز باجماعت وغیرہ خلاصہً سوال یہ ہے کہ قبضہ بھر داڑھی یقیناً حضورؐ نے رکھا ہے مگر حضور علیہ السلام نے بطور عادت رکھا ہے۔ کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ لہذا چاہے کوئی ایک قبضہ (مٹھی بھر) داڑھی رکھے، کوئی کتر واکر چھوٹی دستخوشی داڑھی کھینے اور کوئی اس پر استر پھیر کر منڈالے سب جائز ہیں۔

(جواب) :-

مذکورہ سوال میں تین دعوے کئے گئے ہیں جو کہ یہ ہے :-

۱۔ مشرکین کی عادت، رسم و رواج تھے کہ وہ لمبی داڑھیاں رکھتے تھے۔ وہ نہ تو داڑھی منڈاتے تھے اور نہ کتر واکر تھے۔ مشرکین عرب کا یہ رواج ایسا اجتماعی تھا جیسے عربی بولنا، مخصوص کھانا اور لباس

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مِنْ رِوَايَتِهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَضَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَشْرُوكِينَ فِي مَخَالَفَتِهِمْ وَدَارِطِصِيُولَ كُو وَفِي وَاللَّهُ وَالْحَقُّ الشَّوَابِ بِرِصَاؤِ اَوْرَمُوْجِيُولَ كُو كُوْرُوَادُوْ .
 (بخاری، مسلم، احمد، بحوالہ اللباس، البخاری، مسلم، احمد، بحوالہ اللباس
 والزنينة في الشريعة الاسلاميه والزنينة في الشريعة الاسلاميه ص ۱۲۱)

وضاحت :-

بخاری شریف اور مسلم شریف کی مذکورہ دو صحیح احادیث اس بات کی ناقابل انکار دلیل ہیں کہ مشرکین مکہ اور مشرکین عرب کی عادت رسم و رواج ہرگز یہ نہ تھے کہ وہ دارطھیول کو بڑھائے رکھتے تھے اور تاریخ کی بھی یہی گواہی ہے۔

البتہ مشرکین عرب میں ایسے لوگ تھے جو دارطھیول کو بڑھاتے تھے مگر ان کا یہ عمل عرب کے مشرکانہ رسم و رواج کے تحت ہرگز نہ تھا۔

استعمال کرنا۔

یہ دعویٰ شرعی اور تاریخی لحاظ سے قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔

پچھلے صفحات میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے جہاں دارطھی بڑھانے کا حکم دیا ہے وہاں آپ نے مسلمانوں کے دلوں میں بات بٹھانے کے لیے یہ بھی فرمایا ہے کہ دارطھی منڈانا یا کتر وانا مشرکین عرب کا ایک مشرکانہ رواج ہے لہذا اس کی مخالفت کرنا لازم ہے۔

عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ حَضْرَتِ نَافِعِ حَضْرَتِ ابْنِ عُمَرَ مِنْ رِوَايَتِهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَضَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَشْرُوكِينَ فِي مَخَالَفَتِهِمْ وَدَارِطِصِيُولَ كُو وَفِي وَاللَّهُ وَالْحَقُّ الشَّوَابِ بِرِصَاؤِ اَوْرَمُوْجِيُولَ كُو كُوْرُوَادُوْ .
 (بخاری، احمد، بحوالہ فتح الباری ج ۱ ص ۱۹۰)
 (بخاری شریف) ص ۳۳۸

(بحوالہ فتح الباری، ج ۱ ص ۳۳۸)

آپ کو پیرانِ دین ابراہیمی علی صاحب الصلوٰۃ والسلام سمجھتے تھے اور بڑے
 دھوم دھمام سے اس کے دعویٰ کرتے۔ اسی کے نتیجے میں وہ افعال حج،
 قربانی، بیت اللہ شریف کا طواف اور بیت اللہ کو عبادت میں قبلہ بنانا،
 ختنہ کرنا وغیرہ افعال و اقوال ابراہیمی کا اپنے زعم میں سختی سے پابندی کرتے
 تھے اگرچہ انہوں نے ہر ایک سنتِ ابراہیمی میں شرک ملا دیا تھا تاہم ان کا
 اصل دین حنفی اور شریعتِ ابراہیمی تھا۔

اسی طرح مشرکین مکہ میں وہ لوگ جو اپنے آپ کو دین دار سمجھتے
 تھے وہ داڑھیاں رکھتے تھے مگر اس لیے نہیں کہ یہ عرب مشرکین کی عادت
 تھی بلکہ اس لیے کہ داڑھی بڑھانا سنتِ ابراہیم اور شریعتِ ابراہیمی علی
 صاحب السلام کا ایک شرعی حکم ہے۔

پس ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نے عرب مشرکین کے مشرکانہ رواج
 کے تحت داڑھی نہیں رکھی، جبکہ یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح

ہے کہ انبیاء علیہم السلام قزوں کے مشرکانہ اور کافرانہ رسم مداح کے
 مٹانے کے لیے تشریف لائے۔ لہذا یہ کہنا کہ کسی نبی نے اپنی سنت اور
 طریقہ کی اساس مشرکین کے رسم مداح پر رکھی ہے یہ اتنی گستاخانہ اور
 خطرناک دعویٰ ہے کہ اگر اس سے تسلیم کیا جائے تو جلد انبیاء اور رسول
 علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی ضرورت ہی سر سے ختم ہو کر رہ جائے
 گی۔ تو خود حدیث مفصل بخوان از ابن ماجہ

رہی یہ بات کہ حضور علیہ السلام نے داڑھی اپنی ذاتی پسند اور عادت
 مبارک کے پیش نظر رکھی ہے کسی حکمِ خداوندی اور شرعی احکامات کے تحت
 نہیں رکھی ہے۔ تو ایسا سمجھنا بھی غلط اور باطل ہے۔

« اخرج الحارث بن ابی یحییٰ بن کثیر سے منقول ہے کہ حضور علیہ
 اسماۃ عن یحییٰ بن کثیر قال السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ مجھے حکم دیا کہ میں داڑھی کو بٹھاؤں
 وسلم ان اللہ لسنی ان اور مجھیں کتر وائل (الباس
 اوف طعی و الحنفی شاری» والزینہ فی الشریعۃ الاسلامیہ،

(اللباس والزينة في الشريعة (ص ۱۲۳)

الاسلامية (ص ۱۲۳).

طبقات ابن سعد میں یہ حدیث منقول ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

ہے :-

”أَمَرَ بِي رَبِّي بِإِعْفَاءِ حَلَّتِي“ مجھے اپنی داڑھی بڑھانے اور
”وَقَصِّ شَوَارِبِي“ (داڑھی مچھپیں کتروانے کا حکم میرے رب
کی قدر قیمت ملے، تالیف مع اللما نے دیا ہے، (داڑھی کی قدر قیمت
محمد عاشق الہی میرٹھی) ص ۲، تالیف عدلۃ محمد عاشق الہی میرٹھی)

عقد کا مقام ہے کہ اگر داڑھی رکھنا اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا بلکہ حضور
علیہ السلام کی اپنی ذاتی پسند اور عادت ہوتی تو آپ اپنی امت کو
داڑھی بڑھانے کا اتنی تاکید کے ساتھ کیوں حکم دیتے حالانکہ حضور علیہ السلام
نے ہمیں بھی امت کو حکم نہیں دیا کہ تم پر میری ذاتی عادات کی پیروی لازم
ہے، مثلاً یہ کہ راہ چلتے وقت میری چلنے کی پیروی کرو، یا بات کرنے
ہنٹے اور دیکھنے، اٹھنے بیٹھنے، لباس پہننے، تانے اور گھربو زندگی کے

معمولات و تیوی وغیرہ میں میری روش اپنا نام پر لازم ہے۔ اگرچہ کسی
عاشق رسول کو ایسا کرنے میں عظیم برکات اور انوار کا حصول یقینی ہے مگر
پھر بھی یہ ایسے شرعی احکامات اور لوائنات ہرگز نہیں جیسا کہ داڑھی بڑھانا
اور مچھپیں کترانا۔

(سوال) داڑھی رکھنا سنت ہے، واجب نہیں ہے۔

داڑھی رکھنا سنت ہی تو ہے اور سنت ہونے کی دلیل یہی کافی ہے
کہ ہر خاص و عام اسے پیغمبر کی سنت کا نام دیتا ہے یا اسے مسنون داڑھی
سے تعبیر کرتا ہے، لہذا قبضہ بھر داڑھی رکھنا اگر شرعی حکم بھی ہے تو بھی کوئی
لازم امر نہیں ہے جس پر عمل نہ کرنا گناہ کبیرہ ہو۔
(الجواب) :-

بہت سے لوگوں کو یہی مغالطہ ہے کہ داڑھی کے سنت ہونے
سے مراد وہ سنت مراد ہے جو کہ فقہاء نے مشروعات کی درجہ بندی
کرتے وقت فرض اور واجب کے بالمقابل ذکر کیا ہے جو کہ اس طرح ہے
کہ مشروعات چار قسم ہیں۔ ۱۔ فرض ۲۔ واجب ۳۔ سنت ۴۔ نفل

یا مستحب۔ حالانکہ واضحی کے سنت ہونے کا یہ معنی اور مفہوم نہیں ہے۔
سنت کا مفہوم اور مطلب :-

سنت کا لفظ جب مطلق ذکر ہو یعنی واجب یا نفل اور مستحب کے بالمقابل
ذکر نہ ہو تو اگر سنت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، مثلاً
وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ۝ اور ہماری عادت اور دستور میں تم
دیکھا، بنی اسرائیل، آیت،» تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

دیکھا، بنی اسرائیل، آیت،»

تو ایسے موقعوں پر سنت سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ عادت جاری ہے جو
اقوام عالم اور کائنات کے متعلق جاری و ساری ہے۔

علامتہ آلوسی سنۃ اللہ کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-
«وَالْمُرَادُ عَادَةُ اللَّهِ تَعَالَى سُنَّةُ اللَّهِ سَعَادَةُ اللَّهِ تَعَالَى كَمَا
فِيهِمْ ۝» درود المعانی، جزء ۱ عادت جاری ہے جو کہ انبیاء کے
مخالفین کے ساتھ جاری ہے۔

(روح المعانی ص ۱۹۱ جز ۱۰۱)

علامتہ قاضی زین العابدین لکھتے ہیں۔ سُنَّةُ اللَّهِ سے مراد اللہ
کا دستور حکمت اور قانون قدرت ہوتا ہے (قاموس القرآن، ص ۱۸۷)
علامہ رابعی اصفہانی لکھتے ہیں :-

وَسُنَّةُ اللَّهِ تَعَالَى تَقَالِ سُنَّةُ اللَّهِ سَعَادَةُ اللَّهِ تَعَالَى
بِطَرِيقَةٍ حَكِيمَةٍ وَطَرِيقَةٍ اَوْ حِكْمَةٍ كَمَا طَرِيقَةُ كَرِهٍ
لَمَاتِيَةٍ (المفردات ص ۱۲۱) (مفردات رابعی ص ۱۲۵)

اور لفظ سنت کی نسبت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو مثلاً
سُنَّةُ النَّبِيِّ، يَأْتِيَنَّ الرُّسُلَ، يَا سُنُّنُ الْاَنْبِيَاءِ عَلِمَ بِنَبِيٍّ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَ
السَّلَامُ۔

یہ لفظ سنت کا ذکر بغیر کسی نسبت اور اضافت کے ہو جیسے کہ

عام طور پر اسلامی نظام اور اسلامی شریعت اور قانون کے لیے کہا جاتا ہے
قرآن اور سنت، کا نظام اور قانون یا جیسے کہ ائمہ مسلمہ کے لیے لقب ہے
«أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ»، یا جیسے کہ کہا جاتا ہے «مسنون دین»
«مسنون واضحی وغیرہ»

دین اسلام کے احکامات میں وجہ بندی

سُنَّةَ الرَّسُولِ، یا۔ بالفاظ دیگر دین اسلام کے احکامات میں وجہ بندی، یعنی یہ کہ فلاں کام فرض عین ہے یا فرض کفایہ، واجب ہے یا سنت مؤکدہ، سنت نائیدہ ہے یا نفل اور مستحب اور فلاں کام کرنا حرام یا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ اس وجہ بندی کی تفصیل اصول فقہ میں بسط کے ساتھ مذکور ہے۔

اصول شرع اور اصول فقہ کی رد سے یہ امر ثابت شدہ اور مسلم ہے کہ حضور علیہ السلام نے جن کام کے کرنے کا حکم اور امر کیا ہے اس کا کرنا واجب ہے اور جن کام کے کرنے سے نہی اور منع فرمایا ہو اس کا کرنا حرام ہے بشرطیکہ وجوب اور حرمت کے خلاف شرعی دلیل موجود نہ ہو۔ اس کا تفصیل آپ پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے دارِ طہی چھوڑنے اور مچھیں کترولنے کا تاکید کے ساتھ حکم اور امر صادر فرمایا ہے۔ لہذا سُنَّةَ الرَّسُولِ کی وجہ بندی میں قبضہ بھر دارِ طہی رکھنا اور مچھیں کترولنے کا وجہ فرض عین اور وجوب کا ہے نہ کہ سنت کا جیسے کہ عام طور

پر مشہور ہے۔

محدث دہلوی شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوٰۃ میں

تحریر فرماتے ہیں

واگذاشتن آن بقدر قبضہ | دارِ طہی کا بقدر ایک قبضہ چھوڑنا

واجب است و آنکه آل را | واجب ہے۔ رہی یہ بات کہ اسے

سنت گویند معنی طریقہ مسنون | سنت کا نام جو دیا جاتا ہے تو

کہ در دین است یا بجمت آنکه | اس کا مطلب ہے کہ حضور علیہ السلام

ثبوت آن بہ سنت است | کا وہ طریقہ جو دین کے بارے میں

چنانچہ نماز عید را سنت | آپ کا معمول تھا، یا اس وجہ سے

گفتہ اندہ ۱۱ اشعۃ اللمعات ص ۲۸۸ | کہ دارِ طہی رکھنے کا ثبوت قرآن سے

ہیں بلکہ سنت سے ہے جیسے کہ نماز عید

کو سنت کہا جاتا ہے۔ حالانکہ واجب ہے۔ (اشعۃ اللمعات ص ۲۸۸)

صحابہ کرام نے جب حضور علیہ السلام سے اُخُوۃ (قربانی) کے بارے

میں ایک سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا:۔

”سُنَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ“ قربانی کرنا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ دیکھئے یہاں حضور علیہ السلام نے قربانی کو سنت کا نام دیا حالانکہ ہر مسلمان بخیر پر قربانی کرنا واجب ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

”النَّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ نِكَاحًا كَرَامِيرِي سُنَّتٍ هِيَ لِي حِينَ عَنِ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي“ میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔

وضاحت:- دیکھئے یہاں نکاح کو مطلقاً سنت فرمایا، حالانکہ بعض اوقات مسلمان کے لیے نکاح کرنا فرض عین ہوتا ہے، بعض اوقات واجب ہوتا ہے۔ بعض اوقات سنت اور بعض اوقات نکاح کرنا حرام یا مکروہ ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل کتب فقہ میں بسط کے ساتھ ذکر ہے۔

(سوال) دو انگلیوں کے سروں میں پکڑنے کو قبضہ کہا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ قبضہ جیسے کہ ایک مشت یعنی چار انگشت کو کہا جاتا ہے۔ اسٹھی میں پکڑنے کو کہا جاتا ہے ویسے ہی دو انگلیوں کے پوؤوں میں پکڑنے

کو بھی کہا جاتا ہے، لہذا تختی داڑھی بھی ایک قبضہ داڑھی ہی ہے۔ (الجواب):-

یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے، امام لغت القرآن علامہ راغب اصفہانیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب المفردات میں لکھتے ہیں۔

”الْقَبْضُ تَنَاوُلُ الشَّيْءِ بِجَمِيعِ الْقَبْضِ قَبْضٌ كَمَا مَطْلَبُ هَيْبَةٍ كَمَا مَطْلَبُ هَيْبَةٍ كَمَا مَطْلَبُ هَيْبَةٍ كَمَا مَطْلَبُ هَيْبَةٍ“
تھمیلی اور مٹھی میں پکڑنا، جیسے کہ (المفردات ص ۳۹۸) تلوار کا دستہ مٹھی میں پکڑنا۔

(مفردات ص ۳۹۸)

نیز حضور علیہ السلام نے ”جَوْدًا وَعُقُودًا لِحُلِيِّ“ داڑھی بڑھانے رکھو اور ”وَارْجُو الْحُلِيَّ“ داڑھی لٹکانے رکھو، کا حکم دیا ہے اگر قبضہ سے مراد اتنی داڑھی ہو جو کہ انگلیوں کے سروں سے پکڑ لیا سکے تو پھر داڑھی بڑھانے اور لٹکانے والی احادیثوں کا کیا معنی ہو گا۔

ع خود بدلتے نہیں، اسلام بدل دیتے ہیں۔

داڑھی منڈانے اور کتروانے پر آج امت کا عملی اجماع اور تعامل ہے

آج کل جملہ اسلامی ممالک بشمول عرب ممالک کے نہ صرف عوام بلکہ
بیشتر خواص مثلاً قاضی صاحب، مفتی صاحب اور خطبہ صحابان اور اسلامی
درس گاہوں کے معلمین اور متعلمین حضرات داڑھی رکھی بھی ہوتا ہے
وہ مسنون داڑھی، یعنی قبضہ بھر داڑھی ہرگز نہیں ہوتی ہے مسلمانوں
کا یہ اجماعی عمل اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ قبضہ بھر داڑھی رکھنا اسلامی
تعلیمات کی رو سے ضروری نہیں ہے۔

(الجواب)

اسلامی احکامات کے لیے شرعی دلائل چار ہیں اور میں نے قرآن -
سنت و اجماع معتبرہ سے قیاس مجتہد - دنیا کے کثیر کتابوں
اور علماء کرام کے علمی خزائن کی جتنی بھی چھان بین کی جائے کہیں بھی کسی
ایت قرآنی اور حدیث صحیحہ یا کسی صحابی یا کسی مسلم مجتہد کے قول و عمل سے
داڑھی منڈانے اور کتروانے کے جواز کے لیے ادنیٰ اور ضعیف قول بھی

پیش کرنا جو کہ شیر لانے کے مترادف ہے جس پر پچھلے صفحات میں صحیح کلام اور مذاہب اربعہ
کے ائمہ مجتہدین کا اجماع اور اتفاق ایک ناقابل انکار حجت ہے یہی یہ
بات کے مسلمانوں کے عوام اور بعض خواص کا عمل ہے، تو جاننا چاہیے
کہ شریعت کے نصوص اور صریح احکامات کے خلاف کسی بھی فرد،
یا افراد یا اقوام خواہ وہ خواص ہو یا عوام، سرے سے کوئی ذنن نہیں
رکتے ہیں چہ جائے کہ اسے کسی امر کے لیے جواز یا عدم جواز کے لیے
بطور دلیل پیش کیا جاسکے۔

آج کل دنیا بھر کے اقتصادی اور مالیاتی نظام میں سود، جو آثار بار بار
بیورع فاسد اور باطل خلط ملط ہے اور مسلمان ممالک میں قانونی شکل
کے تحت جاری و ساری ہے۔ عورت کے تقدس اور عفت کی شرعی
حدود کو تنگ نظری کہہ کر رد کیا جاتا ہے۔ شرعی حدود اور قصاص کو
بیانگ دھل ظالمانہ اور دشمنانہ قوانین کے نقاب سے یاد کیا جاتا ہے
اور اسلامی نظام کے نفاذ کو ملاً لازم اور بنیاد پرستی کہہ کر اسلامی ملک
کے اہم منصب داران، حزب اقتدار اور حزب اختلاف اس سے

برائت کے بار بار اعلانات کرتے ہیں تاکہ امریکہ اور یورپی آفاقیوں کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ اسلامی ممالک کے جملہ عوام اور خواص علماء و طلباء صوفیاء و مشائخ عظام حکومتوں اور سیاسی پارٹیوں کے مذکورہ ضد اسلام روش پر خاموشی تماشاخی بننے بیٹھے ہیں اس طرح شرعی اور قانونی لحاظ سے عوام اور خواص ایک کشتی کے مسافر ہیں۔

پس سوال کرنے والے کے لیے چاہیے کہ قرآن و سنت کا بسترہ گول کر کے ایک طرف رکھنے کا اعلان کرے اور انسانوں کی ہدایت کے لیے لوگوں کی اکثریت کی پسند اور ناپسند کو مشعل راہ اور جواز یا عدم جواز کے لیے حجت اور دلیل قرار دیتے گا ایک نئی شریعت انیورسلڈ آرڈر کا اعلان کریں۔

قصہ مختصر:-

اس قسم کے سوالات اور دلائل "عذر گناہ بدتر از گناہ" کے سوا کچھ بھی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

ایک اضافی فائدہ

سنون دارطھی رکھنے کے چند فوائد حسب فہم ہدیہ ناظرین کرنے کے ساتھ دارطھی کے شرعی احکامات میں سے ایک مسئلہ دارطھی کے خضاب کا ہے جس میں علماء کا نہ صرف اختلاف سننے اور دیکھنے میں آتا ہے بلکہ اس میں عزیز ضروری غلو کا مظاہرہ بھی کبھی کبھار طریقین یعنی بالغین اور تجویزین کی طرف سے سننے میں آتا ہے لہذا اس مسئلے کے متعلق بندہ کا فتویٰ جو کہ انیورسٹی سے آئے ہوئے ایک استفیاء کے جواب میں لکھا گیا تھا اسی رسالہ کے ساتھ بطور مزید افادہ عام شامل کیا جاتا ہے۔

واللہ الموافق للصواب۔

استفتاء

سوال: گزارش ہے کہ بعض علماء کرام علانیہ طور پر یہ فتویٰ لگاتے پھرتے ہیں کہ جو کوئی بالوں کو سیاہ خضاب لگاتا ہے۔ وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، کیا حکم صحیح ہے؟

سائل عبدالمنان کاکاخیل آف وانا، الحال البوظہبی

اجواب: واللہ الموفق للصواب

خالص سیاہ رنگ کے بغیر جتنے بھی خضاب ہیں جیسے سرخ سیاہی مائل، سیاہ سرخی مائل، زرد، سبز، بادامی اور خاک کی وغیرہ۔

ایسے سب خضاب نہ صرف بالاتفاق جائز ہیں، بلکہ مستحب بھی ہیں البتہ خالص سیاہ خضاب میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ اس کی تین صورتیں ہیں (۱) ایک باجماع ائمہ و مشائخ جائز ہے۔

(۲) دوسرا باجماع ائمہ ناجائز ہے۔

(۳) اور تیسرے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک جائز ہے اور

بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔

یہ ہے کہ سیاہ خضاب کوئی مجاہد اور غازی بوقت پہلی صورت^(۱) جہاد لگائے تاکہ دشمن پر رعب ظاہر ہو، یہ باجماع ائمہ و اتفاق مشائخ جائز ہے، دیکھئے (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الکرامیۃ جلد ۵، صفحہ ۳۶۹) اور فتاویٰ شامی، کتاب الخطر والاباحۃ صفحہ ۲۹۵ جلد ۵۔)

یہ ہے کہ جہاد کے سوا کسی ایسے موقع اور محل میں دوسری صورت^(۲) جہاں فریب اور دھوکہ دینا شرعاً جائز نہ ہو کوئی انسان کسی کو دھوکہ دینے کے لیے سیاہ خضاب لگالے، یہ باتفاق ناجائز ہے کیونکہ دھوکہ دینا علامات نفاق میں سے ہے اور کسی مسلمان کو دھوکہ دے کر اس سے کوئی کام نکالنا باتفاق حرام ہے۔

یہ ہے کہ محض زریب وزینت کے لیے سیاہ تیسری صورت^(۳) خضاب کیا جائے تاکہ بیوی کو خوش کرے اس میں اختلاف ہے جمہور اس کو مکروہ فرماتے ہیں اور بعض ائمہ اور مشائخ اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے۔ (جواہر الفقہ جلد ۲، صفحہ ۴۲۷، تالیف مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب مرحوم) علامہ شامی سیاہ خضاب کے متعلق لکھتے ہیں۔

قوله ويكره بالسواد
وقيل لا مجمع الفتاوى:
در مختار (قوله ويكره
بالسواد) اى لغير الحرب
قال فى الذخيرة أما الغضاب
بالسواد لغز وليكون
اهيب فى عين العدو
فهو محمود بالاتفاق
وان ليزين نفسه للنساء
فمكروه وعليه عامة
المشائخ وبعضهم
جوزه بلا كراهة
روى عن ابى يوسف
أنه قال كما يعجبني أن
تتزين لى يعجبها أن
أتزين لها -
(رشامى، ج ۵، ص ۲۹۹)

ادرياه خضاب مکروه ہے اور
بعض نے کہا ہے کہ مکروه نہیں ہے
مجمع الفتاوى، در مختار اور یہ جو کہا
ہے کہ سیاہ خضاب مکروه ہے تو یہ
اس صورت میں ہے کہ جہاد کے لئے
نہ ہو، صاحب ذخیرہ نے کہا ہے
کہ اگر مجاہد جہاد کے دوران سیاہ خضاب
لگاتا ہے تاکہ دشمن پر اس کی جوانی
کی رعب اور ہمت مستط ہو جائے
تو بالاتفاق باعث ثواب ہے
اور اگر عورتوں کے لیے اپنے آپ
کو خوبصورت بناتا ہے تو عام مشائخ
کے نزدیک مکروه ہے اور بعض مشائخ
نے اس صورت کو بھی بغیر کراہت کے
جائز قرار دیا ہے ابی یوسف سے
روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جیسے کہ
میں بیوی کی زینت و زیبائش پسند

کرتا ہوں ویسے ہی بیوی میری زینت
و زیبائش پسند کرتی ہے۔

(رشامى، ج ۵، ص ۲۹۹)

علامہ سرخسی نے اپنی مشہور آفاق کتاب المبسوط میں فقہاء احناف کے
اس اختلاف میں امام ابی یوسف کے قول کو "اصح" یعنی زیادہ صحیح قرار دے
کر مسئلہ کو ہمیشہ کے لیے واضح کر دیا۔
علامہ سرخسی لکھتے ہیں۔

قوله وأمن اختضب لا
جل التزين للنساء والمجواری
فقد منع من ذلك بعض
العلماء رحمهم الله تعالى
والاصح أنه لا بأس
به وهو المروى عن
ابى يوسف رحمه الله
تعالى قال كما يعجبني
أن تتزين لى
(المبسوط للسرخسى، جزء نمبر ۱
صفحة ۱۹۹)

اور جس نے اپنی بیویوں اور لڑکیوں
کے لیے زینت و زیبائش کی غرض
سے سیاہ خضاب لگایا تو بعض علماء
نے ایسا کرنے سے منع فرمایا مگر اصح
قول یہ ہے کہ اس کا کوئی گناہ نہیں ہے
اور یہی روایت ہے امام ابی یوسف سے
آپ نے فرمایا جیسا کہ میں اپنی بیوی
کی زینت و زیبائش کو پسند کرتا ہوں
ویسا ہی میری بیوی میری زینت و
زیبائش پسند کرتی ہے۔
(مبسوط، جزء ۱۰، ص ۱۹۹)

سیاہ خضاب کے بارے میں فقہاء کے اختلاف کی بنیاد اور دلائل کا تجزیہ

سیاہ خضاب کو ناجائز کہنے والے فقہاء

بعض احادیث سے استدلال پیش کرتے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

حدیث ابن عباس رفعہ	حضرت ابن عباسؓ سے مرفوع حدیث ہے کہ آنے والے زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب لگاتے ہوں گے۔ یہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔ (فتح الباری ج۱ ص ۲۹۲)
بالسواد لا یجدون ریح الجنة (فتح الباری، جزء ۱ ص ۲۹۲) و حدیث جابر الذی اخرجہ مسلم فی قصۃ ابی قحافة حدیث قال علیہ السلام لما رأی رأسہ کانہا الثغامة بیاضا غیر و اھذا و جنبوہ السواد (ایضاً)	حدیث جابر اور حضرت جابر کی حدیث جسے مسلم نے روایت کی ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت ابی قحافة کا سر تقامتہ جیسے سفید دیکھا تو فرمایا ان کے بالوں کو رنگ دو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔ (حوالہ مذکور)
و حدیث ابی الدرداء رفعہ	اور حدیث حضرت ابو درداء جیسے

من خضب بالسواد سؤد اللہ وجہہ یوم القیامۃ (ایضاً)

آپ نے مرفوع کیا ہے کہ جس نے سیاہ خضاب لگایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا منہ سیاہ کرے گا۔ (حوالہ مذکور)

الثغامة، نبات شدید البیاض زہرہ و ثمرہ (فتح الباری، جلد ۱ ص ۲۹۲) ثغامة ایک پودا ہے جس کا پھل اور پھول بہت زیادہ سفید ہوتے ہیں۔ (فتح الباری جلد ۱ ص ۲۹۲)

سیاہ خضاب کو ناجائز بتانے والے ائمہ اور مشائخ ان مذکورہ احادیث کو دلیل بناتے ہیں، لیکن باوجود اس کے مجاہد اور غازی کے لیے بوقت جہاد سیاہ خضاب کا استعمال مذکورہ ائمہ اور مشائخ بھی نہ صرف جائز بتاتے ہیں بلکہ باعث ثواب ٹھہراتے ہیں جیسے علامہ شامی اور عالمگیری وغیرہ فقہانے اس پر تصریح کی ہے۔

سیاہ خضاب جائز قرار دینے والے ائمہ اور مشائخ جلیل القدر صحابہ عظام، مشہور تابعین، تبع تابعین قضاة اور مفتیان کرام کے قول و عمل سے اور بعض احادیث اور آیات سے اور مفسرین اور محدثین کے تشریحات کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

علامہ ابن قیم الجوزی اپنی شہرہ آفاق کتاب زاد المعاد میں یوں

تحریر فرماتے ہیں۔

فقد صح عن الحسن والحسين
رضي الله عنهما: انهما
كانا يخرنبا بالسواد
ذکر ذالك ابن جرير
عنهما في كتاب (تهذيب
الاثار) وذكره عن عثمان
بن عفان، و عبد الله بن
جعفر، وسعد بن ابى وقاص
وعقبة بن عامر، والمغيرة
بن شعبة، وجري بن
عبد الله، وعمرو بن
العاص رضي الله عنهم
اجمعين، وحكاه عن
جماعة من التابعين منهم
عمرو بن عثمان، وعلي بن
عبد الله بن عباس، وأبو

ابن جرير نے اپنی کتاب (تہذیب
الاثار) میں لکھا ہے کہ حضرت حسن
اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں
سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے اور
لکھا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان
حضرت عبد اللہ بن جعفر، حضرت سعد
بن ابی وقاص، حضرت عقبہ بن
عامر، حضرت میسرۃ بن شعبہ، حضرت
جزیر بن عبد اللہ، حضرت عمرو بن
العاص رضی اللہ عنہم اجمعین، بھی
سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے اور
تابعین کی ایک جماعت سے سیاہ خضاب
لگانا نقل کیا ہے جن میں سے عمرو
بن عثمان، علی بن عبد اللہ بن عباس
ابوسلمہ بن عبد الرحمن، عبد الرحمن بن
الاسود، موسیٰ بن طلحہ، ابن شہاب
الزہری، ایوب اور اسمعیل بن

سلمة بن عبد الرحمن، و
عبد الرحمن بن الاسود، و
موسى بن طلحة، والزهرى
و ایوب، اسمعیل بن معد
یکرب رضی اللہ عنہم
اجمعین، وحکاہ ابن الجونی
عن محارب بن دثار، ویزید
وابن جریج، و ابی یوسف
و ابی اسحق، و ابن ابی لیلی
وزیاد بن علاقہ وخیلان
بن جامع، و نافع بن جبر
و عمرو بن علی المقدمی
و القاسم بن سلام رضی اللہ
عنہم اجمعین سے سیاہ
خضاب لگانا نقل کیا ہے۔
(زاد المعاد، جلد ۳، حرف الکاف
اکتم، ص ۲۱۹)

و عمرو بن علی المقدمی
و القاسم بن سلام رضی
اللہ عنہم اجمعین
(زاد المعاد، جلد ثالث، حرف
الکاف، ص ۲۱۹)

علامتہ ابن حجر العسقلانی نے فتح الباری شرح البخاری میں سیاہ خضاب

پرتغیبیل سے بحث کی ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ
قال قال النبی علیہ السلام

ان الیہود والنصارى لا

یصغون فخالفوہم

(فتح الباری، ج ۱، ص ۲۹۲)

وفی الکبیر حدیث عتبۃ

بن عبد کان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

یا امر بتغییر الشعر

مخالفة للأعاجم

وقد تمسک بہ من

اجاز الخضاب بالسواد

وقد تقدمت مسئلة

استثناء الخضب بالسواد

لحدیثی جابر و ابن عباس

(الی ان قال) وقد رخص

الوسبرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہود اور

نصاری باؤں کو خضاب نہیں دیتے

ہیں پس تم ان کی مخالفت کرو۔

(فتح الباری، ج ۱، ص ۲۹۲)

اور البکیر میں عتبۃ بن عبد کی حدیث

ہے کہ حضور علیہ السلام باؤں کا رنگ

تبدیل کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے

تاکہ اہل فارس و روم یعنی غیر عرب

کی مخالفت ہو سکے اور اس بات کو

دلیل بنایا ہے۔ ان لوگوں نے جنہوں

نے سیاہ خضاب لگانے کو جائز قرار

دیا ہے اور حضرت جابر اور ابن

عباس سے مروی عدم جواز کی دو حدیثیں

پہلے گزر چکی ہیں۔ آگے جا کر فرمایا اور

تحقیق سیاہ خضاب کو جائز قرار دیا ہے

فیہ طائفۃ من السلف

منہم سعد بن ابی

وقاص و عقبۃ بن عامر

الحسن والحسین وجریب

و غیر واحد و اختارہ

ابن ابی عاصم فی کتاب

الخضاب لہ۔ (فتح الباری ج

۱، ص ۲۹۲)

صحابہ کی ایک جماعت نے جن میں سے

سعد بن ابی وقاص، عقبۃ بن عامر

حسن اور حسین، جزیب اور بہت سے

صحابہ ہیں اور ابن ابی عاصم نے

اپنی تصنیف و کتاب الخضاب

میں جواز کو اختیار کیا ہے۔

(فتح الباری، ج ۱، ص ۲۹۲)

حضرت حسین خالص سیاہ و سہ لگایا کرتے تھے۔ علامہ ابن کثیر

تحریر فرماتے ہیں۔

وقال ابن جریر: سمعت

عمر بن عطاء: قال

رأیت الحسین بن علی

یصبغ بالوسمۃ، أما

هو فکان ابن ستین

سنۃ، وکان رأسہ

ولحیتہ شدید السواد

ابن جریر کہتا ہے کہ میں نے عمر

بن عطاء سے سنا، آپ نے فرمایا

کہ میں حسین بن علی کو خود دیکھا کہ سیاہ

وسمہ لگاتے۔ اس وقت وہ سائٹھ

کے پیٹے میں تھے، مگر ان کے سر

اور داڑھی کے بال بہت زیادہ

سیاہ تھے۔

(البداية والنهاية، جزء (البداية، جلد ۸، ص ۱۵۰)

(ص ۱۵۰)

والوسمة تجعل الشعراء

سود فاحما، (زاد المعاد،

ج ۳، حرف الواو، ص ۲۱۸)

امام ابن شہاب الزہری کا عملی فتویٰ

عن ابن شہاب قال كنا

نخضب بالسواد اذا كان

الوجه جديدا فلما

نغض الوجه والاسنان

تركناه.

(فتح الباری ج ۱۰، ص ۲۹۲)

ابن شہاب الزہری احد

الفقهاء والمحدثين و

والعلماء الاعلام من

حضرت ابن شہاب زہری چوٹی کے

فقہاء اور محدثین اور علماء نامدار

میں سے تھے آپ تابعی تھے مدینہ منورہ

التابعين بالمدينة المشار

اليه في فنون علوم الشريعة

سمع نقرأ من الصحابة

روى عنه خلق كثير

منهم قتاده و مالك

بن النس، وقال عمر بن

عبد العزيز لا اعلم احدا

اعظم بسنة ماضية

منه، قيل لمكحول من

اعلم من رأيت؟ قال

ابن شهاب، قيل له ثور

من قال ابن شهاب، قيل

ثور من؟ قال ابن شهاب

(اكمال في اسماء الرجال

لصاحب المشكوة شيخ

ولي الدين)

میں تمام فنون اور علوم شریعت میں

نکاح میں آپ کی طرف اٹھتے اپنے کئی

صحابہ سے علوم سیکھتے۔ آپ سے

بہت سے لوگوں نے احادیث

نقل کی ہیں، جن میں سے حضرت

قتادہ اور امام مالک بھی ہیں، عمر

بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ میں علوم

الحدیث میں زہری سے زیادہ عالم

نہیں جانتا ہوں، حضرت مکحول

سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے

نزدیک سب سے زیادہ عالم کون

ہے۔ آپ نے فرمایا ابن شہاب

سائل نے دوبارہ سہ بارہ ہی سوال

دہرایا، آپ نے ہر بار یہی جواب

دیا۔

(کمال فی اسماء الرجال)

زینت و زیبائش میں اصل اباحت ہے

یہود اور نصاریٰ نے ان کے خود ساختہ رہبانیت کو دین سمجھا تھا اس لیے ہرزینت و زیبائش، ناز و نعمت، حسن و جمال اور عیش و عشرت کو دینداری اور خدا پرستی کے منافی اور ناجائز سمجھتے تھے، یہی وجہ تھی کہ یہود اور نصاریٰ سفید بالوں کو سفید رکھنا عبادت اور دینداری سمجھتے تھے اور بالوں کو ہر قسم کا خضاب دینا گمراہی اور بے دینی سمجھتے تھے اسی راہبانہ نظریے کی تردید کے لیے قرآن کریم نے اعلان کیا۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ
الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ
وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ
قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً
يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط (پ،
س، ۴، ص ۳۱)

کہہ دو اے پیغمبر! اللہ کی زینت
کس نے حرام کیا ہے جو اس نے
اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی ہے
اور کس نے کھانے کی سخری چیزیں
حرام کیں، کہہ دو دنیا کی زندگی میں
یہ نعمتیں دراصل ایمان والوں کے لئے
ہیں (کفار طفیلی ہیں) قیامت کے دن
خالص عرصہ ہی کے لیے ہو جائیں
گی (سورہ اعراف، پارہ ۷، ص ۱۳۱)

علامہ آلوسیؒ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں

قوله واستدل بالآية
على ان الأصل في المطاع
والملايس و انواع
التجملات الاباحه
لان الاستفهام في من
لانكار تحريمها على
ابلاغ وجه الى ان قال
والحق ان كل ما هو
يقوم الدليل على حرمة
داخل في هذه الزينة
لا توقف في استعماله
ما لم يكن فيه نحو مخيطة

یہ بات اس بات کی دلیل ہے کہ
کھانے پینے، پہننے اور جملہ زیب و
زینت کی چیزوں میں اصل اباحت
ہے اس لیے کہ اس آیت میں ان
چیزوں کی ممانعت کا سختی سے انکار
ہے آگے فرماتے ہیں حتیٰ بات یہ
ہے کہ تا دقتیکہ کسی چیز کی حرمت پر
شرعی دلیل قائم نہ ہو جائے تب تک
تمام چیزوں کی زینت میں داخل
ہیں یعنی جائز ہیں اس کے استعمال
میں ذرہ بھر تامل نہ کی جائے جب
تک اس میں تکبیر نہ ہو۔

(روح المعانی، جزء ۸، ص ۱۱۱)

یہ ہے فریقین کے دلائل کا ایک اجمالی خاکہ، چونکہ بظاہر ان دو طرفہ
دلائل میں تعارض ہے اس لیے فریقین نے ان میں تطبیق کی جو راہ اختیار
کی ہے اور ایک دوسرے کے دلائل کے جو جوابات دیتے ہیں وہ حسب

ذیل ہے۔

فریقین کی دلائل میں تطبیق

سیاہ خضاب کو ناجائز بتانے والے حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے مرفوع احادیث سے سیاہ خضاب کی ممانعت ثابت ہے اور یہ ناممکن ہے کہ اتنے عظیم اور جلیل القدر صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اور مشائخ زندگی بھر سیاہ خضاب کا استعمال کر کے مذکورہ وعید بھرے احادیث کی مخالفت کرتے رہیں۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ مذکورہ عظیم ہستیوں نے خالص سیاہ خضاب نہیں لگایا ہے۔

پہلی توجیہ بلکہ سرخ سیاہی مائل یا سیاہ سرخی مائل خضاب استعمال کرتے تھے جو نہ صرف جائز ہے بلکہ مسنون بھی ہے۔

اگر مذکورہ صحابہ کرام اور دیگر حضرات نے خالص سیاہ خضاب استعمال کیا ہے تو ہم کہیں گے کہ ان حضرات کو ممانعت کے مذکورہ احادیث کا علم نہ تھا۔ اس لیے وہ سیاہ خضاب استعمال کرتے تھے اور جب ان حضرات کا یہ ناجائز عمل لاعلمی پر مبنی تھا، لہذا مذکورہ حضرات سیاہ خضاب لگانے پر گنہگار بھی نہیں ہیں۔

اور ان کا یہ عمل سیاہ خضاب کے استعمال کے جواز کے لیے دلیل بھی نہیں ہے۔

یہ حضرات غازی تھے جہاد کے وقت کفار کو دھوکہ دے کر مرعوب کرنے کے لیے سیاہ خضاب لگاتے تھے اور ایسا کرنا شرعاً جائز ہے، کیونکہ دوران جنگ کفار کو دھوکہ دینا از روئی شریعت جائز ہے "الحرب خدعة" جنگ دھوکہ ہی ہے۔ یہ ایک مسلمہ شرعی اصول ہے کہ جب کسی شرعی حکم چوتھی توجیہ کے متعلق جواز اور عدم جواز کے دو طرفہ مساوی دلائل سامنے آجائیں اور تطبیق کی کوئی صورت نہ ہو تو ترجیح عدم جواز کو ہوگی لہذا یہاں بھی سیاہ خضاب کی ممانعت والی احادیث کو ترجیح حاصل ہوگی، صحابہ کرام وغیرہ کے مذکورہ عمل سے سیاہ خضاب جائز نہیں بنتا۔

سیاہ خضاب کو ناجائز بتانے والے حضرات کے جملہ توجیہات اور جوابات کا پتھر اور خلاصہ یہ ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ اگر کسی نے مزید جوابات دیئے بھی ہوں تو بھی یقیناً مذکورہ چار جوابات کو تفصیل ہی ہوگا۔

ایک منصفانہ اور غیر جانبدارانہ تجزیہ

اگر چند لمحات کے لیے پہلے سے جمائے ہوئے عقیدے اور

نظریے یا کسی مفتی کے فتوے پر خود اعتمادی کے اثرات سے خالی الدین ہو کر مذکورہ جوابات کو دیکھا جائے تو بات بنتی نظر نہیں آتی۔

جوابِ ادل کے متعلق عرض ہے پچھلے جلیل القدر محدثین اور چوٹی کے محققین اور اماموں کی تحقیقات پر دوبارہ نظر ڈالیے، علامہ ابن اثیر جیسے مستند محدث، ہفتر اور مورخ اپنی شہرہ آفاق کتاب "البداية والنهاية" میں تو صراحت کے ساتھ کہتا ہے کہ حضرت حین رضی اللہ عنہ وسمتہ لگاتے تھے اور آپ کے سر اور درڑھی کے بال سخت سیاہ تھے اور امام ابن قیم الجوزی اپنی کتاب زاد المعاد میں وسمتہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "و سمتہ بالوں کو خالص سیاہ بناتا ہے" اور ہم کہتے پھر یہ کہ نہیں جی حضرت حین سرخ سیاہی مائل خضاب استعمال کرتے تھے۔

علامہ ابن حجر جیسے نابغہ روزگار محدث تو اپنی عظیم مستند کتاب، فتح الباری میں تصریح فرماتے ہیں کہ جو لوگ سیاہ خضاب کی نخصت دیتے ہیں ان میں سعد بن ابی وقاص، عقبہ بن عامر اور حنین رضی اللہ عنہم جیسے عظیم صحابہ کرام شامل تھے، مگر ہم کہہ دیں کہ نہیں یہ صحیح نہیں، اور اصل یہ حضرات سرخ سیاہی مائل خضاب استعمال کرتے تھے۔

امام زہری جیسے عظیم تابعی، مالانی عالم استاد الأئمة تو خود اعلان کریں کہ جب تک ہمارے چہرے میں جدت تھی ہم سیاہ خضاب استعمال کرتے

تھے مگر ہم پوری جزأت کے ساتھ کہیں نہیں جی امام زہری کو اپنے بالوں کے متعلق مغالطہ ہوا۔ درحقیقت وہ سیاہ خضاب نہ تھا، بلکہ سرخ سیاہی مائل تھا۔

فتاویٰ شامی اور فتاویٰ عالمگیریہ میں تو تصریح ہے کہ امام ابو یوسف سیاہ خضاب کو جائز قرار دیتے ہیں مگر ہم کہیں گے کہ نہیں جناب امام ابو یوسف تو سرخ و سیاہ خضاب کے جواز کا قائل ہے۔

علامہ مفتی محمد شفیعؒ تو جواہر الفقہ میں تو تصریح کریں کہ امام ابی یوسف نے سیاہ خضاب کے جواز کا جو قول کیا ہے وہ مذکورہ صحابہ وغیرہ کے عمل کی روشنی میں کیا ہے، لیکن ہم کہہ دیں کہ امام ابی یوسف بلکہ مفتی محمد شفیعؒ کو مغالطہ ہوا ہے مذکورہ صحابہ تو سیاہ خضاب نہیں بلکہ سرخ و سیاہ یعنی منون خضاب لگایا کرتے تھے۔

کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جس کے ہر قول و عمل کو شرعی دلیل کا درجہ حاصل ہے کیونکہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تمہارے اوپر لازم ہے کہ میرے قول و عمل اور خلفاء الراشدین کے قول و عمل کی پیروی کرو۔ فرمایا (علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدین) اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جس پر حضور علیہ السلام نے اپنے ماں باپ

قربان کرنے کا اعلان فرمایا ہے فرمایا، اِنْ هَذَا اَبِي وَاُمِّي
اور جو عشرہ مبشرہ میں سے ہے اور مستجاب الدعوات بھی ہے
نیز حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جیسے سردارانِ اہل جنت اور
امان اہل بیت اور پیشوایانِ امت اور دیگر بکثرت صحابہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین، تبع تابعین اور محدثین، ائمہ فقہ اور
مشائخ اسلام ایک ایسی گناہ سے بے خبر ہیں جو کہ بقول بعض کبیرہ گناہ
ہے، جس کے کرنے والے پر جنت کی خوشبو تک حرام ہو جاتی ہے جس
کا ترکب قیامت کے دن رو سیاہ ہو گا جس کا کرنے والا ناسق ہو کر از روئی
شریعت امامت صفحہ (امامت نماز) کی اہلیت کھو جاتا ہو اور یہ بے
علمی ایک دن، ایک مہینہ، ایک سال نہ ہو، بلکہ عمر بھر ہو (حضرت حسین
رضی اللہ عنہ کا سر مبارک جب زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو ان کے سر اور
داڑھی کے بال سیاہ تھے) نیز اس بات سے جو ایک اور بڑی خبر ابی للذم
آتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم فرض کر لیں کہ ان حضرات کو مذکورہ احادیث
ممانعت کا علم نہ تھا تو کیا لاکھوں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین رضوان اللہ
علیہم اجمعین کے خیر القردن کے زمانے میں کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا کہ
اللہ تعالیٰ اور رسول خدا علیہ السلام کا مذکورہ فرمان مذکورہ حضرات تک
پہنچا دیتا؟ اور حسب ذیل آیت اور حدیث پر عمل پیرا ہوتا۔

قَوْلَهُ تَعَالَى، كُنْتُمْ خَيْرَ
اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
الایة قولہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام الا فلیبلغ
الشاہد منکم الغائب
او كما قال علیہ السلام
تمہیں بہتر امت بنا کر لوگوں کی
بھلائی کے لیے پیدا کیا گیا، تاکہ تم
امر بالمعروف نہی من المنکر کا فریضہ
ادا کرتے رہو۔ حضور علیہ السلام
نہ میدان عرفات پر فرمایا یاد رکھو
تم میں سے جو موجود ہیں وہ غیر موجود
لوگوں تک احکامات اسلام پہنچایا
کرد۔ یعنی تم میں سے اسلامی احکامات
سے باخبر لوگوں پر لازم ہے کہ بے خبر لوگوں تک ان احکامات کو پہنچایا کر۔

نیز یہ بات مسلم ہے کہ نہ صرف اسلام میں بلکہ پورے انسانی ادیان
میں (خواہ وہ حقہ ہوں یا باطلہ) اس دین کے حدود مملکت کے اندر
رہنے والوں کے لیے اُس دین کے احکامات اور قوانین سے لاعلمی، ان
احکامات کی خلاف ورزی اور قانون شکنی کے لیے کوئی وجہ حجاز نہیں بنتی
حاصل کلام یہ کہ مذکورہ جواب عذر گناہ بدتر از گناہ، والی بات ہے
ع ناطقہ سرگرم بیان کے اسے کیا کہیے؟

مذکورہ حضرات لڑائی اور جہاد کے دوران سیاہ خطا
تیسری تو جیہہ استعمال فرماتے تھے، اس لیے بے وزن ہے کہ

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ گھر کے اندر بیٹھے ہوئے جہاد کی نیت سے سیاہ خضاب لگاتے پھرے، بلکہ مراد یہ ہے کہ میدان جنگ کفار کی دقت ایسا کریں، جیسا کہ فقہانے تصریح کی ہے تاکہ دشمن کی نگاہ میں قوی جوان ہیئت ناک نظر آئے اور جب آپ جانتے ہیں کہ مذکورہ صحابہ کرام اور دیگر حضرات کے سیاہ خضاب استعمال کرنے کے واقعات بیشتر خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے کے بعد کی ہیں جب خلافت فاروقی کے آخری دور میں اسلام جزیرہ عرب سے نکل کر افغانستان، چین کی سرحدات اور یورپ تک پہنچا تھا، اس لیے یہ وہ زمانہ نہ تھا کہ صحابہ کرام مدینہ منورہ یا حجاز میں کفار کے غیر متوقع حملہ کے لیے دن رات مسلح اور کمر بستہ پھرتے رہتے تھے۔

البتہ جہاد دالی بات اگرچہ بظاہر درست نظر آتی ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حق میں آتی ہے، جو درحقیقت درست نہیں ہے وہ اس لیے کہ اگرچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تھا، مگر انہوں نے نہ تو یزیدی حکومت کے خلاف اعلان جہاد کیا تھا اور نہ ہی علم بغاوت بلند کیا تھا، جس پر حضرت حسین کا وہ یادگار خطبہ گواہ ہے جو آپ نے میدان کربلا میں زیاد کے فوجوں کے سامنے جنگ شروع ہونے سے پہلے دیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے

زیاد کے فوج کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تمہارے خلاف لڑنے کے لئے یہاں نہیں آیا ہوں، اگر ایسی نیت ہوتی تو میں اپنے ساتھ اہل بیت کی مستورات اور بال بچے اپنے ساتھ نہ لے آتا، بلکہ میں تمہارے دشمنان کو ذبح کے بلانے پر آیا ہوں، اب یا تو مجھے یزید کے پاس جانے کی اجازت دو، تاکہ ہم آپس میں خود بات کر لیں، یا مجھے واپس مکہ مکرمہ جانے کی اجازت دے دو یا مجھے کسی اسلامی سرحد پر بھیج دو تاکہ میں کافروں کے خلاف مرتے دم تک جہاد کرتا ہوں (تفصیل کے لیے دیکھئے (البدایۃ والنہایۃ) یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی میدان جہاد کے مقابلہ کے لیے سیاہ خضاب نہیں لگایا تھا۔

کہ جواز اور عدم جواز کے دلائل میں تطبیق نہ ہونے کی پھوٹی تو جیہہ صورت میں ترجیح عدم جواز کو حاصل ہوتی ہے، کے متعلق اتنا عرض کرادوں کہ یہ نوبت یعنی عدم جواز کو ترجیح دینے کی نوبت تب آتی ہے کہ جب تطبیق کی کوئی صورت ممکن نہ ہو اور اگر تطبیق ہی مقبول صورت ہو تو پہلے اس پر عمل کرنا لازم ہے، زیر بحث متعارض دلائل میں چونکہ تطبیق ممکن ہے جس کا بیان آگے آ رہا ہے اس لیے ترجیح کی سرے سے نوبت نہیں آتی ہے، نیز اگر اس چوتھے حجاب یا تو جیہہ کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جس مقصد کے لیے ہم یہ حجابات

دے رہے ہیں، یعنی یہ کہ مذکورہ صحابہ کرام وغیرہ پر ضمناً سیاہ خضاب لگانے کی معصیت کے ارتکاب کا الزام نہ آجائے۔ وہی الزام ہم نے مذکورہ حضرات پر مدلل طریقے سے ثابت کر دیا۔ یہ گویا "فتر من المطرالی المیزاب" بادش سے بھاگا، پر نلے کے نیچے کھڑا ہوا، والی بات ہوئی۔

فریق ثانی نے جو تطبیق کی ہے

واجاب عن حدیث ابن عباس رفعہ، یکون قوم یخضبون بالسواد لا یجدون ریح الجنة، بأمنه لا دلالة فیہ علی کراهة الخضاب بالسواد بل فیہ اخبار عن قوم هذه صفتهم الخ (فتح الباری، ج ۱۰، ص ۲۹۲)

اور جواب دیا ہے ابن عباس کے اس مرفوع حدیث کا کہ کہنے والے زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب لگاتے ہوں گے، جنت کی خوشبو تک نہیں پائیں گے کہ اس حدیث میں خضاب سیاہ کی کراہت کی کوئی دلالت نہیں ہے، بلکہ اس میں ایک جہنمی قوم کی خبر دی گئی ہے جن کی ظاہری صفت یہ ہوگی کہ خضاب سیاہ لگاتے ہوں گے۔ (فتح الباری ج ۱۰، ص ۲۹۲)

تشریح یعنی اس حدیث میں یہ بات نہیں ہے کہ اس قوم کے جہنمی ہونے کی علت اور گناہ، سیاہ خضاب لگانا ہے، بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس قوم کے جہنمی ہونے کی علت اور گناہ ان کی دیگر بد اعتقادات اور بد اعمالیاں ہوں گی، البتہ ان کی ظاہری صفت اور پہچان خضاب سیاہ ہوگی، لہذا یہ حدیث خضاب سیاہ کی ممانعت پر سرے سے دلالت نہیں کرتا۔ اس قسم کی بات ایک اور حدیث میں آئی ہے۔

عن ابی سعید بن الحدادی انہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ینخرج فیکم قوم تحقرون صلاتکم مع صلاتہم وصیامکم مع صیامہم و عملکم مع عملہم ویقرؤن القرآن لا یجاوزہم حناجرہم یمرقون من الدین کما یمرق

ابن سعید خدری فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ تم میں ایسے لوگ نکلیں گے کہ تم حقیر جانو گے اپنی نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلے میں اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں اور اپنے عمل کو ان کے عمل کے مقابلے میں اور وہ قرآن پڑھیں گے جو کہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین سے ایسے خالی ہاتھ نکلیں گے جیسے تیر نشانے سے۔

السهم من الرميّة -

(بخاری شریف جلد ثانی، ص ۵۶)

عن سوید بن غفلة قال

علی سمعت النبی صلی اللہ

علیہ وسلم یقول یأتی

فی آخر الزمان قوم حدثلہ

الاسنان سفہاء الاحلام

یقودون من خیر قول

البریة یمرقون من الاسلام

کما یمرق السهم

من الرميّة لا یجاوز

ایمانہم حنا جرہم

فاینما لقیتموہم

فاقتلوہم فان قتلہم

اجر لمن قتلہم یوم

القیامۃ (بخاری شریف

جلد ثانی، ص ۵۶)

(بخاری شریف، جلد ۲ ص ۵۶)

سوید بن غفلة سے روایت ہے

کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے

حضور علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے

فرمایا کہ آخر زمان میں لوگ آئیں گے

جو عمر اور کم عقل ہوں گے زبان پر

بہترین باتیں (قرآن و حدیث) بیان

کریں گے۔ دین اسلام سے ایسی خالی

ہاتھ نکلیں گے جیسے تیر نشانے سے

(بے داغ) نکلتا ہے۔ ان کی ایمان

ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

جہاں کہیں تمہیں یہ لوگ ملیں انہیں قتل

کرو، بے شک ان کے قتل کرنے میں

قاتلوں کے لیے قیامت کے دن ثواب

ہوگا۔

(بخاری شریف جلد ۲، ص ۵۶)

دیکھتے ان احادیث میں جن لوگوں کی بے ایمانی اور واجب
تشریح القتل ہونے کی خبر دی گئی ہے ان کی صفات یہ بیان کی

گئی ہے کہ صوم و صلاۃ اور اعمال صالحہ کی بہترین نمائش کریں گے بہترین

اقوال اور قرآن کا مظاہرہ کریں گے۔ واضح بات ہے کہ اس حدیث

کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کے بے ایمانی کی علت اور سبب اچھی نماز

اچھے روزے، اچھے اعمال، تلاوت قرآن اور اچھی باتیں ہیں، بلکہ یہ ان

لوگوں کی ظاہری صفات ہیں، ان کے بے ایمانی اور واجب القتل ہونے

کی علت ان کے اندرونی اسعاد، زندگی قیامت نفاق اور ریاکاری اور تلواد

ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن یہی مطلب ابن عباس کے سیاہ خضاب والی حدیث

کا ہے، یعنی ابن عباس کے حدیث میں جنت کی گونہ سونگھنے کی علت

سیاہ خضاب نہیں، بلکہ ان کے اندرونی بد اعتقاد یاں ہیں، مگر وہ پوشیدہ

ہیں۔ ان لوگوں کی ظاہری صفات میں سے نمایاں صفت سیاہ خضاب ہے

واجاب عن حدیث جابر اور حضرت جابر کے حدیث میں جو

جلیبہ السواد، بأنہ فی

حق من صار سیب رأسہ

مستبشعا ولا یطرہ ذالک

فی حق کل احد انتمی

یورٹھا ہو، یہ حکم ہر ایک کے لئے نہیں

فتح الباری، ج ۱۰، ص ۲۹۲) (فتح الباری، ج ۱۰، ص ۲۹۲)
اسی جواب کی تائید حضرت ابن شہاب جیسے عظیم تابعی اور امام محدثین
کے قول و عمل سے ہوتا ہے۔

قال کنا نخضب بالسواد فرمایا جب چہرے میں تردد تازگی تھی
اذا کان الوجه جدیداً ہم سیاہ خضاب لگاتے تھے جب
فلما نفض الوجه والا چہرے پر بڑھاپا چھا گیا اور دانت
ستان تو کناہ۔ ہلنے لگے تو ہم نے سیاہ خضاب چھوڑ دی

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۹۲) (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۹۲)

علامہ ابن ابی عاصم حضرت جابر دالی حدیث سے یوں استنباط
فرماتا ہے۔

واستنبط ابن ابی عاصم حضور علیہ السلام کے اس قول سے
من توله علیه السلام کہ "ابنی تحافۃ کے بالوں کو سیاہ خضاب
جنبوه السواد، أن الخضاب نہ لگاؤ" علامتہ ابن ابی عاصم نے
بالسواد کان من یوں استنباط کیا کہ اس سے ثابت
عاد تھو۔ ہوتا ہے کہ سیاہ خضاب لگانا صحابہ

(فتح الباری جلد عاشر ص ۲۹۲)

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۹۲)

یعنی اگر پہلے سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان سیاہ خضاب
کی مماثلت متعارف اور معتاد نہ ہوتی تو حضور علیہ السلام کو اس تہنیت کی
ضرورت ہی پیش نہ آتی۔

حضرت ابو بکر صدیق کے والد حضرت ابو قحافۃ رضی اللہ عنہما
ایک نکتہ کے سر اور دائرہ ہی کو خضاب دینے اور سیاہ سے اجتناب
کرنے والی حدیث جو کہ امام مسلم نے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

فقد ثبت فی صحیح مسلم صحیح مسلم میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

انہی عن الخضاب بالسواد والسلام کے پاس ابو قحافۃ لایا گیا

فی شأن ابی قحافۃ لما اور ان کے سر اور دائرہ ہی کے بال سخت

أتی بہ وراسہ ولحیۃ سفید تھے تو آپ نے ان کی شان

کالتغامۃ: "عنبروا میں فرمایا تم لوگ اس سفیدی کی رنگ

ہذا الشیب و جنبوه تبدیل کرو اور سیاہی سے اجتناب

السواد" (زاد المعاد، جلد کرد زاد المعاد جلد ۳، ص ۲۱۹)

ثالث، ص ۲۱۹)

حدیث نہ میں خط کشیدہ الفاظ اور ان کے مفہوم پر غور کرنے سے

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو قحافۃ "مکتنا معمر اور بوڑھا تھا۔" لما أتت فبہ

جب کہ اسے لایا گیا۔ فرمایا، گویا کہ وہ خود نہیں آسکتا تھا ورنہ "لما جاء"

جب کہ وہ آیا؛ کہنا چاہیے تھا، نیز چاہیے تھا کہ حضور علیہ السلام البتحاءہ کو خود فرماتے اے البتحاءہ "عین الشیب وجنب السواد" اس سفیدی کی رنگ کو تبدیل کرو اور سیاہی سے بچو۔ مگر حضور علیہ السلام نے البتحاءہ کی بجائے ساتھ والے صحابہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ "غیروا هذا الشیب وجنبوا السواد" تم لوگ اس کے سفید بالوں کی رنگ تبدیل کرو اور سیاہ رنگ سے بچو، البدایۃ والنہایۃ، میں ہے کہ فتح مکہ کے دن جب حضور علیہ السلام مسجد مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ نے اپنے والد البتحاءہ کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے لاکر حضور علیہ السلام کے سامنے بیٹھایا حضور نے فرمایا اس بوڑھے کو گھر کے اندر کیوں نہ چھوڑا، تاکہ میں ان کے پاس خود چل کر آتا، پھر حضور نے فرمایا کہ ان کے بالوں کو تبدیل کرو مگر سیاہ رنگ سے بچو اور ان سے کہا کہ اسلام لاؤ تو وہ اسلام لایا۔ (البدایۃ، ج ۲

ص ۱۲۹۲)

حضرت البتحاءہ کی بنیائی بڑھاپے کی وجہ سے ختم ہو چکی تھی۔ حضرت البتحاءہ سلمہ میں، ۹ سال کی عمر میں وفات پانچکے تھے۔ اس حساب سے فتح مکہ کے دن ان کی ۹۱ سال تھی۔ (اکمال فی اسماء الرجال) اس عمر میں سیاہ خضاب زینت نہیں مُثلہ اور بدنامی بن جاتا ہے تو آپ کا نام عثمان بن عامر تھا۔

علامہ ابن حجر حضرت ابو درداء کے حدیث کے متعلق نقل فرماتے ہیں کہ اس کی سند کمزور یعنی ضعیف ہے۔

وقد اخرج الطبرانی و
ابن ابی عاصم من
حدیث ابی الدرداء
رفعه، من خضاب بالسود
سود الله وجهه يوم
القیامۃ، وسندہ لیتین
(فتح الباری، ج ۱۰ ص ۲۹۲)

یہ ہے وہ تطبیق اور جوابات جو کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے احادیث ممالعت خضاب سیاہ کے بارے میں اختیار کی ہے۔

علامہ ابن قیم الجوزی نے اس بارے میں جو موقوف اختیار کیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

قال جواب من وجهین:
احادیث ہنی کے جوایات دو ہیں
احدهما: أن لنهی عن
ایک تو یہ کہ نہی جو دار دہوئی ہے
التسويد البحت، فاما
وہ خالص سیاہ رنگ کے بارے میں
اذا اضيف الى الحناء
ہے اور جب مہندی کے ساتھ کتم

شئى آخر كالكتم
 ونحوه فلا بأس به فان
 الكتم والحناء يجعل الشعر
 بين الاحمر والاسود
 بخلاف الوسمه، فانها
 تجعله اسود فاحما، و
 هذا اصح الجوابين
 والجواب الثانى :
 ان الخضاب باسواد
 المنى عنه خضاب
 التدليس فانه من
 الغش والخداع، فاما
 اذا لم يتفمن تديسا
 ولا خداعا فقد صح عن
 الحسن والحسين وغيرهما
 من الصحابة والتابعين
 رضوان الله عليهم اجمعين

جیسے سیاہ رنگ والی چیز ملا دی
 جائے تو پھر جائز ہے اس لئے
 کہ کتم وغیرہ جیسی سیاہ چیز اور ہندی
 ملا کر بالوں کی رنگ سرخ مائل سیاہ
 کر دیتا ہے، البتہ دسمہ کا حکم نہیں کیونکہ
 دسمہ بالوں کو خالص سیاہ رنگ کے
 کر دیتا ہے اور یہ جواب دونوں
 جوابوں میں اصح ہے اور جواب
 ثانی یہ ہے کہ احادیثوں میں سیاہ خضاب
 سے جو ممانعت آئی ہے اس سے مراد
 وہ ہے کہ کسی مسلمان کے ساتھ فریب
 کاری، دغا بازی، دھوکہ بازی کے
 لیے کیا جائے، ایسا کرنا ممنوع ہے۔
 اور اگر سیاہ خضاب دھوکہ دہی کے
 لیے نہ ہو رزینت اور خوبصورتی کے
 لیے ہو، تو جائز ہے اس لئے کہ حضرت جن
 اور حضرت حسینؑ اور دیگر جلیل القدر

انہو كانوا ينجسيون
 بالاسود، الخ (زاد المعاد ج ۳
 ص ۲۱۹)

صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ
 علیہم اجمعین سے ثابت ہے کہ یہ
 حضرات خالص سیاہ خضاب لگا کر تے
 تھے، تفصیل کے لیے دیکھئے زاد المعاد
 جلد ۳، ص ۲۱۹

ایک وسم اور اس کے ازالہ

کسی کو یہ گمان نہیں ہونا چاہیے کہ جب علامہ ابن قیم نے پہلے جواب
 کو اصح "بہت صحیح کہا جس سے سیاہ خضاب کی ممانعت لازم آتی ہے
 تو خود بخود دوسرا جواب جس سے سیاہ خضاب کا جواز ثابت ہوتا ہے"
 غیر صحیح، ناقابل اعتبار اور مرجوح ہوا۔

یہ گمان کرنا درست نہیں ہے اس لیے کہ قانون اور اصول یہ ہے کہ
 جب کسی حکم کے دو شقوں میں سے کسی ایک کو "اصح" کہا جائے تو یہ اس
 بات کی دلیل ہوتی ہے کہ اس کا دوسرا شق بھی "صحیح" ہے۔ علامہ شامیؒ
 فرماتا ہے۔

اذا كان التصحيح لبيغته
 فعل التفضيل (كالاصح
 جب کسی روایت کو درست ظاہر
 کرنے کے لیے افضل تفضیل کا صیغہ

أخاد الر وایة المخالفة استعمال کیا جائے تو یہ اس بات کی
 صحیحۃ ایضاً دلیل ہے کہ اس کا مقابل اور مخالف
 الافتاء بآئی شاء منہما روایت بھی صحیح ہے پس مفتی کو اختیار
 و ان کان الاولی تقدیر ہے کہ جس شق پر فتویٰ دے دے،
 الاولی منہما۔ اگرچہ بہتر یہ ہے کہ پہلے شق پر فتویٰ

(شامی، ج ۱، ص ۵۴) دین (شامی، ج ۱، ص ۵۴)

نیز کچھ صفحات میں صفحہ ۱۳ دوبارہ دیکھئے، وہاں اس جواب اول پر
 تفصیلی مدلل بحث کی جا چکی ہے۔

جس موقع اور محل میں شرعاً دھوکہ دینا کسی مسلمان
ایک باریک نکتہ کے لیے جائز ہے، وہاں سیاہ خضاب
 بالاجماع و اتفاق جائز ہے جیسا کہ جہاد میں اس لیے کہ جہاد میں دھوکہ
 دینے کی نہ صرف اجازت ہے، بلکہ حضور علیہ السلام نے اس کی ترغیب بھی
 دی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔

”الْحَرْبُ خِدْعَةٌ“ جہاد نام ہی دُشمن کو دھوکہ دینے کا ہے اور
 جہاں مسلمان کے لیے شرعاً دھوکہ دینے کی اجازت نہیں ہے۔ وہاں
 بالاجماع و اتفاق دھوکہ دہی کے لیے سیاہ خضاب لگانا جائز نہیں ہے۔
 یہ اجماع اور اتفاق اس بات کی تائید ہے کہ سیاہ خضاب کی ممانعت

میں بنیادی پوائنٹ اور نکتہ دھوکہ دہی یا بد صورتی اور بد نمائی ہے جیسے
 اکیلا سے سالہ ابو قحافہ جیسے شیخ فانی کے لیے اور جہاں ممانعت کی یہ وجوہات
 نہ ہوں وہاں ممانعت نہیں ہے جس پر عظیم سلف الصالحین اور پیشوایان اُمت
 کامل گواہ ہے۔

مقام صحابۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین

مقام کی مناسبت سے یہاں میں (دارالعلوم کراچی کے ماہنامہ ابلاغ
 جس کے نگران مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور مدیر مولانا جسٹس محمد تقی
 عثمانی صاحب ہیں) سے چند احادیث بمقتدے تشریح نقل کرنا سب سمجھتا
 ہوں جس سے زیر بحث مسئلہ کی حقیقت کو سمجھنے میں مدد مل سکے گی۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہما حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جو
 عند قال من کان متأسياً شخص کسی کے نقش قدم پر چلنا چاہتا
 فلیتأس یا اصحاب رسول ہے تو اسے چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسلم کے نقش قدم پر چلے، کیونکہ یہ
 فأتھوا ابن ہذہ الامۃ حضرات دلوں کے اعتبار سے ساری
 فلو با و اعتمہا علما و اسے سے زیادہ پاک علم کے اعتبار
 اقلہا تکلفا و قومہا سے زیادہ گہرے تکلف اور بناوٹ

هدیا واحسنہا حالاً قوم
اختارہم اللہ لصحبۃ
نبیہ و اقامۃ دینہ فاعر
فوالہم فضلہم واتبعوا
اثارہم فانہم کانوا
علی الہدی المستقیم

سے الگ تھلگ، عادات و اطوار
کے اعتبار سے معتدل، حالات و کردار
کے اعتبار سے بہتر ہیں۔ یہ وہ قوم
ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی صحبت
اور دین کی اقامت کے لیے منتخب فرمایا
ہے۔ تم ان کو قدر پہچانو اور ان کے
اقوال و افعال کی پیروی کرو، کیونکہ یہی
لوگ سیدھے راستے اور ہدایت پر ہیں

حضرت ابن مسعودؓ کے مذکورہ قول سے جہاں حضرات صحابہ کرام کا خود
اللہ کی طرف سے منتخب کیا جانا معلوم ہوتا ہے۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے
کہ مسلمانوں کو اپنے کردار میں انہی کی پیروی کرنی چاہیے، کیونکہ صحبت نبوی
کی برکت کی وجہ سے ان کے اقوال و افعال حضور علیہ السلام کے اسوہ حسنہ
کا پرتو ہیں۔

صحابہ کرام ہدایت کی روشن تاریں ہیں

صحابہ کرام صحبت نبوی کی برکت سے نور ہدایت بن گئے تھے، چنانچہ
سب صحابی کی زندگی کو بھی اپنا رہنما بنایا جائے۔ انسان ہدایت پاسکتا ہے
عن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام

قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سألت ربی
عن اختلاف اصحابی من
بعدی فاوحی الی یا محمد
ان اصحابک عندی بمنزلۃ
النجوم من السماء بعضہا
اقوی من بعض و کل نور
فمن اخذ بشئ مما هو
علیہ من اختلافہم
فہو عندی علی الہدی
وقال اصحابی كالنجوم
بأیہم اقتدیتم
اھتدیتم
(زرین جمع الفوائد)

نے فرمایا کہ میں نے میرے بعد اپنے
صحابہ میں پیدا ہونے والے اختلاف
کے بارے میں اپنے رب سے پوچھا
(کہ اس میں کیا مصلحت ہے) تو میری
طرف وحی آئی کہ اے محمد، تمہارے
صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں
کی طرح ہیں کہ ان میں سے ہر ایک
میں روشنی ہے (یا میں ہمہ بعض
کا نور بعض سے قوی ہے پس جس نے
ان کے اختلافات میں سے جس بات
کو لے لیا وہ میرے نزدیک ہدایت
پر ہے، پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا
میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان
میں سے جس کی بھی تم اقتدا کرو گے

ہدایت پالو گے (زرین جمع الفوائد)

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ

تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ہر بہر صحابی "معیار حق" اور "راہ ہدایت

فائدہ

کا بہتر ہے امت میں سے جو شخص بھی ان میں سے جس کا اتباع کرے گا، وہ ہدایت پر ہی رہے گا اور مرنے کے بعد ہدایت یافتگان ہی میں اٹھے گا، نیز اس حدیث سے یہ بات بھی صاف ہوگی کہ مختلف معاملات میں مختلف صحابہ کا الگ الگ طرز عمل بلکہ بسا اوقات ایک ہی معاملہ میں ان نفوس قدسیہ کا باہمی اختلاف اور نزاع بھی ان میں سے ہر ایک کے "مشعل ہدایت" ہونے سے مانع نہیں، کیونکہ مختلف معاملات مختلف انسانوں کا باہمی اختلاف انسانی فطرت میں داخل ہے مگر اس باہمی اختلاف میں بھی مسلمانوں کا ایک دوسرے سے دلیا ہی رویہ رکھنا، جیسا صحابہ کرام نے رکھا، ہدایت اور کامیابی کی دلیل ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے بعض اوقات باہمی اختلاف کے باوجود ان میں سے ہر ہر صحابی کو ذریعہ ہدایت قرار دیا ہے اور ہر ایک کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ سیدھے راستے پر ہے۔ اگر تم بھی اس راستے کو اختیار کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بڑا نہ کہو، خدا کی قسم اگر تم ان کے طریقہ پر چلو گے تو بہت جلد ہی منزل کو پا لو گے اور اگر تم ان کے راستہ کو چھوڑ کر دائیں بائیں موڑو گے تو بدترین گمراہی کا شکار ہو جاؤ گے۔ (ابن سجاد عن ابی سعید)

تمام صحابہ کرام اگرچہ مشعل ہدایت ہی ہیں مگر ان میں بھی حضرات خلفائے راشدین کو غیر معمولی فضیلت حاصل ہے۔

خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع کا حکم

عن حرباض بن ساریة
رضی اللہ عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم انہ من یعیش
منکم بعدی فیسری
اختلافا کثیرا بسنتی
وسنة الخلفاء الراشدین
عضوا علیہا بالنواجذ
وایاکم ومحدثات الا
مور فان کل بدعة
ضلالة (الوداد، ترمذی
ابن ماجہ، مسند احمد)

حضرت حرباض بن ساریة
کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا، تم میں سے جو
شخص بھی میرے بعد زندہ رہے گا وہ
بہت سے اختلافات دیکھے گا پر تم
لوگوں پر لازم ہے کہ میری سنت
اور خلفائے راشدین کی سنت اختیار
کر دو اور ان کو دانتوں سے مضبوط پکڑ
لو اور نئے نئے اعمال (بدعتوں) سے
بچو بے شک ہر ایک بدعت گمراہی
ہے۔ (الوداد، ترمذی شریف، ابن
ماجر شریف، مسجد امام احمد)

تشریح اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کی طرح خلفائے راشدین کی سنت کو بھی واجب الاتباع اور فتنوں سے نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ (ماہنامہ البلاغ، ماہ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۰ھ، جنوری ۱۹۹۰ء)

حاصل کلام یہ کہ سیاہ خضاب کو جائز زینت اور تجمل کے لیے حجاز کا فتویٰ جن حضرات نے دیا ہے۔ انہوں نے مذکورہ جلیل القدر صحابہ کرام جن میں خلفائے راشدین (حضرت عثمان خلیفہ ثالث، اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حضرات جنین)، اور عشرہ مبشرہ (سعد ابن ابی وقاص) جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کا عمل اپنے لیے حجت بنایا ہے۔ علامہ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں۔

”امام ابو یوسفؒ انہیں حضرات کے تعامل سے حجت اختیار کرتے ہیں“ (جواہر الفقہ)

ادریسی وجہ ہے کہ علامہ سرخسی رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت ابو یوسفؒ کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

والاصح أنه لا بأس به
وهو المروى عن ابى
يوسف رحمه الله تعالى
اصح بات یہ ہے کہ زینت کے لئے
خضاب سیاہ، جائز ہے اور یہی
روایت ہے۔ حضرت ابو یوسفؒ

قال كما يعجبني أن
تتزين لى يعجبها أن
أتزين لها (المبسوط جزء
عاشر، ص ۱۹۹)

رحمۃ اللہ تعالیٰ سے، آپ نے فرمایا
کہ جیسے میں چاہتا ہوں کہ میری بیوی
میرے لئے زینت کرے ویسی ہی
وہ چاہتی ہے کہ میں ان کے لیے
زینت کروں۔ (مبسوط السرخسیؒ)

حضرت امام سرخسیؒ اور ان کی مبسوط کا مقام اور مرتبہ

مسئد حنفی کے ائمہ اور فقہاء کے کل سات طبقات ہیں جن میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ دوسرے طبقے میں ہیں۔ اور امام سرخسی رحمہم اللہ تعالیٰ تیسرے طبقے میں ہیں جسے طبقہ المجتہدین فی المسائل کہتے ہیں جس کا رتبہ امام ابو یوسفؒ وغیرہ کے بعد دیگر فقہاء سے مقدم ہے اور صاحب ترجیح ہے یعنی جس مسئلہ میں کئی روایات ہوں۔ ان میں روایت کو علامہ سرخسیؒ راجع اور قوی بتائے وہی راجع سمجھا جائے گا۔

رکذا غی رسم المفتی تصنیف علامہ ابن عابدین (

حاصل جواب یہ ہے کہ جائز زینت کے لیے سیاہ خضاب لگانے میں سلف الصالحین میں چونکہ اختلاف چلا آیا ہے اس لیے سیاہ خضاب کو مطلقاً ناجائز کہنا اور ایسا کرنے والے کو فاسق قرار دے کر اس کے

پچھے نماز پڑھنے کو مکروہ ہونے کا فتویٰ دینا درست نہیں ہے، بلکہ ایسا
فتویٰ مفتی کے شان اور مقام کے لائق نہیں ہے۔ البتہ اگر تقویٰ کی رو
سے اور اختلاف سے بچنے کے لیے احتیاط کی بنا پر کوئی خود اس سے
اجتناب کر کے سرخ خضاب استعمال کرے یا اس کا فتویٰ دے تو یہ
اور بات ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

الجیب نور محمد

**Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library**